ماہنامہ

آنکھ مچولی

کراچی

کرکٹ اسپیشل

اس شمارے کے ساتھ رنگین اسٹیکر مفت حاصل کریں۔

The winning name in biscuits
now wins
world-wide
acclaim
IX
1986
Honey
biscuits
Chocolate
cream
Orange
cream
Marie
biscuits
Saltesh
biscuits
Nice
biscuits
Bourbon
Milk
Short
Cake biscuits

ماہنامہ
آنکھ مچولی
کراچی

جلد نمبر ۱ شمارہ نمبر ۴

اکتوبر ۱۹۸۶ء • محرم صفر ۱۴۰۷ھ

سرپرست
ڈاکٹر ابواللیث صدیقی

مدیرِ اعلیٰ
ظفر محمود شیخ

مدیرِ مسئول
تجمل حسین چشتی

مدیرانِ اعزازی
امجد اسلام امجد
محمد سلیم مُغل

قانونی مشیر (اعزازی)
خواجہ عدیل احمد (ایڈوکیٹ)

ناظم اشتہارات و سرکولیشن
طارق ظفر برنی

کیلی گرافی
رئیس الحسن

قیمت: ۵ روپے
زرِ سالانہ مع خصوصی شمارے
عام ڈاک سے: ۴۰ روپے
بذریعہ رجسٹری
۷۰ روپے

ماہنامہ آنکھ مچولی کراچی میں شائع ہونے والی کہانیاں اوران کے کردار اور واقعات فرضی ہیں کسی اتفاقیہ مماثلت کی صورت میں ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا

ناشر: ظفر محمود شیخ طابع: زاہد علی مطبع: الادیب پرنٹنگ پریس ایم اے جناح روڈ کراچی مقام اشاعت: ۱۱۲-ڈی- سائٹ کراچی ۱۶

گرین گائیڈ اکیڈمی زیرِ سرپرستی ضمیر الدین میموریل آرگنائزیشن ۱۱۲-ڈی- نورس روڈ- سائٹ- کراچی ۱۶

حسنِ ترتیب

٦ — اچھی بات — حکایتِ سعدی

٩ — ڈاک ڈاک کس کی ڈاک — خطاور ان کے جوابات

١٤ — بہادر نوجوان — قرآنی کہانی

١٦ — کارنیلیا کے جواہرات — روم کی کہانی

٢١ — پاکستان بمقابلہ ویسٹ انڈیز — تبصرہ اور اندیشے

٢٨ — کرکٹ ورلڈ ریکارڈز — دلچسپ ریکارڈز

٣٥ — کرکٹ کی اصطلاحات — چند بنیادی اصطلاحات

٤١ — نیکی — ایک سچی کہانی

٤٥ — لالو کے پڑ گئے لالے — حق اسکواڈ قسط نمبر

٥٣ — سر سید احمد خان — سوانحی خاکہ

٥٨ — ہمّت کا پیکر — ایک باہمت طالبعلم کا تعارف

٦٣ — قائدِ ملّت — شہیدِ ملّت کے حالاتِ زندگی

٦٥ — فنِ تقریر — علمی اور تاریخی جائزہ

٧٣ — لذیذار لطیفے — منتخب لطائف

٧٧ — سو سال بعد — احمد عاطب کی شوخ تحریر

٨٥ — ماچسیں جمع کرنا — مشاغل کی کہانی

٩٠ — اسلام کے ننھے شاہین — تاریخ کے اوراق سے

٩٥ — رومی بھیس بدلتا ہے — قسط وار ناول

١٠٨ — ہمارا جسم — صحت و تندرستی

١١١ — بلیاں — بلیوں کی انواع واقسام پر معلوماتی مضمون

١١٨ — دائرۂ معلومات — ماہانہ مقابلۂ معلوماتِ عامہ

١٢٧ — ننھے ہاتھ نئی تحریریں — بچوں کی تحریریں

١٣٥ — آؤ ملائیں ہاتھ — قلمی دوستی

١٣٨ — ایک صفحہ امّی ابّو کے لئے — بچوں کی تربیت کیلئے رہنما اصول

غیر ممالک کے لئے سالانہ شرح خریداری

١٥٠ روپے / ٩ امریکی ڈالرز	متحدہ عرب امارات، عمان، بحرین، قطر، دبئی، ایران، عراق، سعودی عرب، کویت، شام، ترکی، انڈونیشیا، بھارت، برما، سنگاپور، فلپائن،
٢٠٠ روپے / ١٢ امریکی ڈالرز	بنگلہ دیش، تھائی لینڈ، چین، جاپان، یونان، یوگوسلاویہ، زیمبیا، الجیریا، نائیجیریا، آسٹریا، اٹلی، کوریا، برطانیہ، مغربی جرمنی، ڈنمارک، ناروے، فرانس، بیلجیم، اسپین، سویڈن، ہالینڈ، جنوبی افریقہ، تنزانیہ، کینیا، تیونس، سوڈان، مصر، یوگنڈا، گنی
٣٠٠ روپے / ١٨ امریکی ڈالرز	آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، امریکہ، کینیڈا، ارجنٹائن، جمیکا، میکسیکو، پانامہ

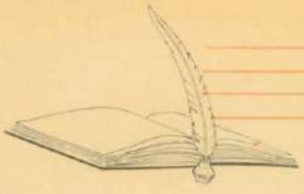

بات چیت

بہت بہت شکریہ ... اتنے ڈھیر سارے خطوط لکھنے کا، آپ نے اپنے خطوط کے ذریعے آنکھ مچولی پر اپنے اعتماد کا اظہار کیا ...... اِس کے لئے لکھتے رہنے اور اِسے پڑھتے رہنے کا وعدہ کیا .... اِسے پسند کیا .... اپنے پیار کو لفظوں کے موتیوں میں پرو کر ہمیں بھجوایا اور اپنے ماہنامے کو بہتر بنانے کے لئے اتنی بہت ساری تجاویز بھی بھجوائیں یعنی کمال کر دیا آپ نے .... سچی بات تو یہ ہے کہ اس بار آپ کی ڈاک دیکھ کر جی بہت خوش ہوا، ہمارے حوصلے بڑھ گئے اور ہم بے اختیار کہہ اٹھے "ڈاک ڈاک اتنی ڈاک ...."

آپ نے یہ جو اتنی محبتیں آنکھ مچولی کی نذر کی ہیں تو ہم نے بھی یہ عزم کرلیا ہے کہ ہم اسے خوب سے خوب تر بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے، خواہ اس کے لئے رات رات بھر جاگنا ہی کیوں نہ پڑے .... آپ بھی وعدہ کریں کہ آنکھ مچولی سے اپنی وابستگی برقرار رکھیں گے ...... خود بھی اسے باقاعدگی سے پڑھیں گے اور دوسروں کو بھی پڑھنے کی دعوت دیں گے۔

اکتوبر میں ویسٹ انڈیز کی کرکٹ ٹیم کی پاکستان آمد متوقع ہے، سو اس کے پیش نظر ہم نے آنکھ مچولی کے اس شمارے کو "کرکٹ اسپیشل" کا نام دیا ہے۔ اور اس میں اس خصوصی حوالے سے بعض دلچسپ چیزیں شائع کی ہیں، لیکن کرکٹ پر اس اضافی اشاعت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ کی بقیہ دلچسپیاں کم ہوگئی ہیں، ..... مزے دار کہانیاں، معلوماتی مضامین، لطائف اور نظمیں سب ہی کچھ موجود ہے اس میں کرکٹ کے علاوہ بھی کچھ تجربات کئے ہیں ہم نے، ...... انہیں دیکھئے اور ہمیں لکھئے کہ کیسے رہے یہ تجربات؟ ہمیں آپ کے مضامین اور کہانیوں کے علاوہ آپ کے اچھے اچھے اور پیارے پیارے خطوط کا بے چینی سے انتظار ہے۔ تو پھر دیر کیسی؟ اٹھائیے قلم اور پھر لکھ ڈالئے کچھ نہ کچھ۔

آپ کا دوست

ظفر محمود شیخ

اچھّی بات

ایک روز میرے ایک دوست نے میری ہتھیلی پر خاک رکھ دی اور کہا اِسے سُونگھو۔۔ میں نے اُسے سُونگھا تو مشک و عنبر سے زیادہ خوشبودار پایا۔

میں نے کہا "اے خاک تجھ میں یہ خوشبو کیسی؟"

جواب ملا۔ میں ناچیز خاک سہی مگر میں مدّتوں پھول کے ساتھ رہی ہوں۔

شیخ سعدی

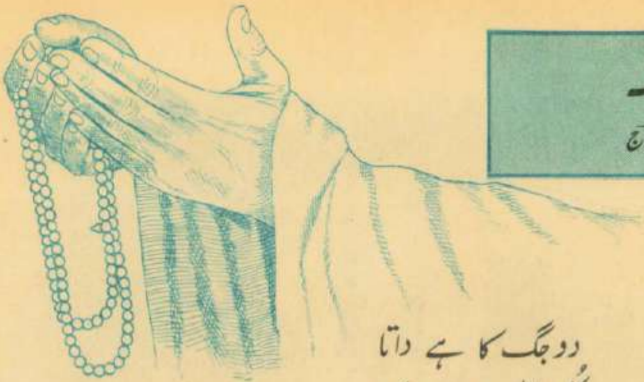

حمد

ظہیر احمد تاج

اللہ اللہ اللہ　　دو جگ کا ہے داتا
دریا جنگل صحرا　　کُل عالم ہے اس کا
سورج اور تارے　　اس کے ہیں یہ سارے
خالق ہے وہ سب کا اللہ اللہ اللہ

گرمی جب آجائے　　پھولوں کو کملائے
نیلے نیلے بادل　　کالے کالے بادل
پانی آ برسائیں　　کھیتوں کو لہرائیں
بولے بچّہ بوڑھا اللہ اللہ اللہ

ننھی مُنّی تتلی　　پھولوں پر ہے بیٹھی
اودے نیلے کپڑے　　پہنے گویا اُس نے
ہراِک کو وہ بھائے　　اُس کی شان دکھائے
کیسا ہے وہ اچھا اللہ اللہ اللہ

ننھّے منّے جگنو　　شب کو نکلیں ہر سُو
جگ مگ جگ مگ کرتے　　پھلجھڑیاں ہو جیسے
کرنیں جیسے چمکیں　　موتی جیسے دمکیں
مالک ہے ان سب کا اللہ اللہ اللہ

بُلبل راگ سنائے　　کوئل کُو کُو گائے
میٹھی میٹھی بولی　　موروں نے بھی بولی
چھوٹی چھوٹی چڑیاں　　گائیں چڑ چوں چوں چاں
سمجھے گیت اُن کا اللہ اللہ اللہ

Peek Freans
Peek Freans
simply splendid
MNJ

ڈاک ڈاک کس کی ڈاک

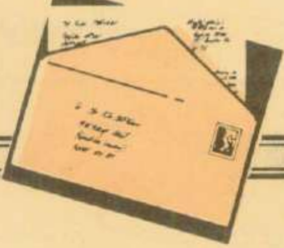

پیارے بھائی جان - نیا رسالہ "آنکھ مچولی" دیکھا اور پڑھا، مگر ٹائیٹل پر ۱۴ اگست کے بارے میں کچھ نہیں تھا، کیوں؟ ایک بات قابل ذکر اور نظر آئی وہ یہ کہ اسمٰعیل میرٹھی کی نظم "برسات" چھپی چھپائی آپ نے شائع کر دی، اس طرح معیار گرتا ہے۔ (محمد طاہر رضا محلہ ہیرآباد میرپور خاص)

ننھے دوست - محمد طاہر رضا۔

اگست کے شمارے میں ہم نے دو خوش و خرم بچوں کی تصویر ٹائیٹل پر چھاپی تھی، یوم آزادی خوشی اور مسرت سے عبارت ہے اور اس کے اظہار کے کئی طریقے ہیں۔ اس لئے ہر یوم آزادی پر مخصوص قسم کے ٹائیٹل یکسانیت پیدا کر دیتے ہیں، خوشی میں بھی جدت ہونی چاہیئے۔ بقول میر انیس

ع اک رنگ کا مضموں ہو تو سو ڈھنگ سے باندھوں

بچوں کے لئے اسمٰعیل میرٹھی کی نظمیں اردو ادب کا سرمایہ ہیں اور ہر دور میں مقبول رہی ہیں۔ بھلا ان سے معیار کیسے گر سکتا ہے؟

قابلِ قدر مدیر صاحب۔ آداب — چند روز قبل آنکھ مچولی کا شمارہ ملا، پڑھ کر بے حد مسرت ہوئی میری دو تجاویز ہیں۔ امید ہے آپ ضرور غور فرمائیں گے۔

ایک تو یہ کہ کہانیوں اور مضامین کے ساتھ مصنف کا چند لائنوں کا تعارف ضرور دیا کریں اور دوسری یہ کہ مختلف شہروں سے بچوں کے مسائل پر رائے لی جائے، مثلاً تعلیم، ادب، کھیل، صحت وغیرہ۔ ایک بات یہ بتائیں کہ یہ رسالہ بھی کہیں دوسرے پرچوں کی طرح بند تو نہیں ہو جائے گا۔

(ساجدہ ساجی)

بہن ساجدہ - جیتی رہیئے۔ مخلصانہ مشوروں کا شکریہ آپ کی دونوں تجاویز ہمیں پسند آئیں اور انہیں قبول کر لیا گیا ہے ہم جلد ہی یہ سلسلہ شروع کرنے کی کوشش کریں گے۔

آپ نے پوچھا ہے کہ آنکھ مچولی اسی طرح آتا رہے گا یا بند ہو جائے گا۔

تو اچھی بہن ھم تو محشر بدایونی کے اس شعر کے قائل ہیں کہ

اب ہوائیں ہی کریں گی روشنی کا فیصلہ
جس دیئے میں جان ہوگی وہ دیارہ جائیگا

جناب ایڈیٹر صاحب۔ ستمبر کا رسالہ "آنکھ مچولی" پڑھا۔ بے حد پسند آیا۔ میرے خیال میں یہ بچوں کا سب سے اچھا، من پسند اور بہترین رسالہ ہے۔ میرے دوستوں کو بھی بہت پسند آیا ہے۔ قابل رشک رسالہ نکالنے پر ڈھیر ساری مبارکباد۔ اور ہاں ـــــ مقابلۂ کہانی نویسی کی شرائط میں ایک شرط شناختی کارڈ کی فوٹو اسٹیٹ بھی ہے۔ ـــــ جبکہ ابھی ہماری عمر ہی اتنی نہیں ہوئی کہ شناختی کارڈ بن سکے۔ مہربانی فرماکر جواب ضرور دیں۔ (عمران حسن خان ـ اورنگی ٹاون کراچی)

برادرم عمران خان۔ کہانیوں کا انعامی مقابلہ دراصل بڑے لکھنے والوں کے مابین ہے۔ اس طرح شناختی کارڈ کی شرط بھی انہی کے لئے ہے۔ لیکن اگر بچے چاہیں تو اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔ ان کے لئے شناختی کارڈ کی کوئی شرط نہیں ـــــ آنکھ مچولی کی اس قدر تعریف کر دی آپ نے کہ اب تو ہمیں بھی یقین ہو چلا ہے کہ شاید یہ اتنا ہی اچھا ہے، جتنا کہ آپ کہتے ہیں۔

جناب مدیرِ اعلیٰ صاحب ـــــ السلام علیکم ستمبر کا شمارہ ملا۔ پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی کہانیوں کا معیار قدرے بلند تھا۔ مبارکباد قبول کریں۔ پسندیدگی کی فہرست میں غازی مختار کا مضمون "تیرے غازی تیرے جانباز" اوّل نمبر پر رہا ـــــ میری طرف سے غازی مختار کو "سیلوٹ" "عظیم سرور کے ناول "رومی بھیس بدلتا ہے" کی دوسری قسط کا انتظار رہیگا۔ کیا یہ ریڈیو والے عظیم سرور تو نہیں ـــــ جواب ضرور دیجئے گا۔ (ایم نواز دانش ـ لانڈھی کراچی)

بھائی دانش ـــــ وعلیکم السلام۔ ستمبر کا شمارہ آپ کو پسند آیا ـــــ ہماری محنت وصول ہوگئی۔ آپ کی طرح سینکڑوں بہن بھائیوں کو "تیرے غازی، تیرے جانباز" پسند آیا غازی مختار تک ان سطروں کے ذریعے آپ کا "سیلوٹ" پہنچایا جارہا ہے ـــــ "رومی بھیس بدلتا ہے" ریڈیو کے مشہور پروڈیوسر اور کمپیئر عظیم سرور صاحب کی تحریر ہے۔

بھائی جان ـــــ پہلی مرتبہ ستمبر کا "آنکھ مچولی" پڑھا۔ "کلاس روم" لکھنے پر احمد حاطب صدیقی کو بہت بہت مبارکباد ـــــ کچھ تجاویز پیش کر رہا ہوں اگر آپ عمل کریں گے تو ٹھیک ـــــ ورنہ بچوں میں نفرت اور بغاوت پیدا ہو سکتی ہے، (خدا نہ کرے ایسا ہو) ـــــ حسن ترتیب کی ترتیب بالکل سادہ ہونی چاہیئے، اس لئے کہ سادگی میں حسن ہے۔ "سادگی اپناؤ۔ حسن بڑھاؤ" ـــــ خطوط کے صفحات میں

اضافہ کریں۔ یہ بہت ضروری ہے۔ (محمد ابراہیم منصور ـــــ روہڑی سندھ)

بھیا ابراہیم ـــــ "کلاس روم" کی پسندیدگی کا شکریہ۔ احمد حاطب صدیقی کو وہ ڈھیروں ڈھیر مبارکباد ملی ہے کہ اسے سنبھال کر رکھنے کیلئے وہ لاکرز ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ "حسن ترتیب" اور خطوں کے لئے صفحات میں اضافے سے متعلق آپ کی تجاویز منظور کرلی گئی ہیں۔ مگر یہ جو آپ نے تجاویز پر عمل نہ کرنے سے بچوں میں نفرت اور بغاوت پیدا ہونے کی بات کی ہے تو ہمیں یہ زیادہ پسند نہیں آئی ـــــ یاد رکھیے اختلافِ رائے جمہوریت کی بنیاد ہے۔

پیارے بھیا۔ کیا آپ ہم سے ناراض ہیں ـــــ ہم نے ایک خط اور کہانی بھیجی تھی مگر آپ تو ڑکار مارے بغیر ہضم کرگئے ـــــ رسالہ بہت اچھا تھا۔ مگر جس بات کی کمی شدّت سے محسوس ہوئی۔ وہ جاسوسی کہانیوں کی کمی ہے۔ جاسوسی کہانیاں ضرور دیا کریں۔ آپ جنّوں والی کہانیاں کم شائع کریں۔ یہ ہمیں گمراہی میں ڈال دیتی ہیں (محمد طارق شاد ـــــ فیصل آباد)

اچھے بھائی ـــــ طارق شاد۔ ہم آپ سے بالکل ناراض نہیں ـــــ آپ کا پہلا خط ہمیں نہیں ملا ـــــ ورنہ کم از کم خط لکھنے والے بچوں کی فہرست میں آپ کا نام ضرور ہوتا۔ ـــــ آپ کو آنکھ مچولی میں جاسوسی کہانیوں کی شدّت سے کمی محسوس ہوئی۔ مگر ہم آپ کی بات سے متفق نہیں۔ "حق اسکواڈ" "اور رومی بھیس بدلتا ہے" اسی نوعیت کی کہانیاں ہیں۔ ہاں ـــــ اگر آپ کی مراد ٹھائیں ٹھوں والی خون بہاتی لاشیں گراتی جاسوسی کہانیاں ہیں تو بھیا ہم انہیں "جنوں والی" کہانیوں سے زیادہ تباہ کن سمجھتے ہیں۔ ویسے کان ادھر لائیے ایک بات چپکے سے بتادیں کہ "ڈکار" "ڑ" سے نہیں لکھا جاتا۔

پیارے بھائی جان ـــــ سلام مسنون۔ جب کوئی چیز دل کو اس قدر بھائے کہ دل و دماغ میں رچ بس جائے تو انسان اس چیز کو پالینے کی خواہش کو ناگزیر سمجھ بیٹھتا ہے۔ "آنکھ مچولی" ایک بہت ہی خوبصورت رسالہ ہے۔ اس نے دل و دماغ کو اسقدر متاثر کیا کہ میں قلم اٹھانے پر مجبور ہوگیا ـــــ اس کی تعریف میں ہزاروں صفحے سیاہ کئے جاسکتے ہیں۔

میری طرف سے اتنا اچھا اور خوبصورت رسالہ شائع کرنے پر دلی مبارک باد قبول کیجئے۔ یہ رسالہ جلد ہی تمام رسالوں سے بازی لے جاتے گا ـــــ آخر میں ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ "ڈاک کس کی ڈاک" میں اگر آپ صرف خطوں کے جواب

اور بھی باریک الفاظ میں دیا کریں تو اس طرح بہت سے قارئین کی حوصلہ افزائی ہو جایا کرے گی۔

(ہمایوں مجاہد ـــــ کھیوڑہ ضلع جہلم)

ہمایوں مجاہد ـــــ خوش رہیئے۔ بھئی مان گئے ـــ آپ کو تعریف کا ڈھنگ آتا ہے۔ آنکھ مچولی کے قلمکاروں اور ہم سب کا شکریہ قبول کیجئے۔ "ڈاک ڈاک کس کی ڈاک" کا موجودہ اسٹائل، بچّوں کو بہت پسند ہے۔ کتابت باریک کر دینے اور صرف جوابات شائع کرنے سے زیادہ جوابوں کی گنجائش تو نکل آئے گی مگر وہ لطف نہ رہے گا۔ "مقدار" اور "معیار" کا فرق تو آپ سمجھتے ہیں نا! ـــــ تاہم وہ تجربہ بھی کر دیکھیں گے جو آپ چاہتے ہیں۔

مدیرِ محترم ستمبر کے شمارے کی ساری کہانیاں اچھی تھیں۔ لیکن "قائدِ اعظم ہمارے محسن" میں ان کی تاریخ پیدائش کا سن ۱۸۷۶ء لکھا تھا۔ جب کہ اصل سن پیدائش ۱۸۷۶ء ہے۔ یہ غلطی نوٹ کی جائے کیوں کہ بعض کم عمر بھائیوں کو صحیح تاریخ معلوم نہیں ہوتی۔ امید ہے آپ آئندہ احتیاط کریں گے۔ (شفیق، قصور)

شفیق بھیا آپ نے قصور سے خط لکھ کر ہمیں ہمارا قصور یاد دلایا ہے غلطی ہماری ہے قائدِ اعظم کی صحیح تاریخ پیدائش ۲۵ دسمبر ۱۸۷۶ء ہے لیکن یہ تو آپ بھی مانیں گے ایسا سہواً ہوا ہے قصداً نہیں اگر ہم لوگوں سے ایسی چھوٹی چھوٹی غلطیاں نہ ہوں تو ہم بشر کیوں کہلائیں ـــــ تاہم اس طرف توجہ دلانے کا شکریہ۔ آنکھ مچولی دیکھ کر آپ کا دل خوش ہوا ـــــ آپ کی خوشی کا جان کر ہم بھی خوش ہو گئے۔

ـــــ بھیا ـــــ مدیر آنکھ مچولی حسبِ معمول خوبصورت و دلفریب تھا پہلا صفحہ دیکھا تو دیکھتے ہی رہ گئے۔ "ڈاک ڈاک کس کی ڈاک" پڑھی امّ کاشان کے خیالات پڑھکر افسوس ہوا۔ ان کا کہنا تھا کہ خوبصورت سرورق کے جال میں آپ نے بچّوں کو پھانس لیا ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے رسالہ اندر سے نہیں پڑھا۔ ورنہ وہ ایسا نہ کہتیں ـــــ "کلاس روم" پڑھ کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔ ہنسی ضبط کرنا مشکل ہو رہا ہے (سیّد کاظم رضا برنی ملیر کراچی)

کاظم بھائی اتنی برہمی اچھی نہیں ـــــ امّ کاشان بھی ہماری بہن ہیں۔ اگر انہیں سرورق اچھا نہیں لگا تو کوئی بات نہیں ـــــ انہیں اختلاف رائے کی اجازت تو دیں ـــــ یہ ضروری نہیں ہے کہ سب لوگوں کی پسند یکساں ہو ـــــ سچی بات یہ ہے کہ اس دنیا کی رنگارنگی اور حُسن و خوبصورتی کی ایک بڑی وجہ اختلاف رائے ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو ہم سب یکسانیت سے اُکتا جائیں۔

بہت سے ساتھیوں نے خط لکھ کر آنکھ مچولی کی پسندیدگی کا اظہار کیا۔ ہمیں بہت سی تعداد میں ادارہ شعور سے موصول ہوئے جگہ کم ہونے کے باعث ہم ان کے مکمل خط تو شائع نہیں کر رہے البتہ شکریہ کے ساتھ ان کے نام شائع کر رہے ہیں۔ ہمیں امید ہے یہ آئندہ بھی اسی طرح یاد رکھیں گے۔

- نجمہ حفیظ ، کراچی
- مولا بخش مونذرہ ، حب ضلع بیلہ
- محمد کامران سلیم ، مقام نامعلوم
- وسیم احمد نسیم ، ناظم آباد ، کراچی
- طارق خان جدون ، سعید آباد ، کراچی
- محمد حسن ، گوجرانوالہ
- خالد محمود سومرو ، گلبرگ ، لاہور
- محمد قیوم ، جیلانی روڈ خیرپور
- اصغر سعید خان ، ڈگری کیمپ پشاور
- کاشف علی صابری ، کینال کالونی فیصل آباد
- فرخ داد خان ، الآصف اسکوائر ، کراچی
- محمد ثناء اللہ شاہ ، اتفاق آباد ، ٹوبہ ٹیک سنگھ
- محمد آصف رضا ، سیالکوٹ
- سہیل صدیق ، گوجرانوالہ
- اسمٰعیل عبدالرحمٰن ، میٹھادر ، میرپور خاص
- محمد افتخار اکبر رندھاوا ، ضلع خانیوال
- فوزیہ تاج ، ایبٹ آباد
- نسیم احمد ، پتھورو ، سندھ
- عاصیہ صلاح الدین منگھو پیر کراچی
- راحت صلاح الدین " " "
- کاظم رضا برنی ، ملیر ، کراچی
- محمد وسیم مغل ، عزیب آباد روڈ ، میرپور خاص
- زہرہ فیصل اور امینہ یوسف ، ناظم آباد کراچی
- ہیراحمد نعیم ، ناظم آباد نمبر ۵ ، کراچی
- محمد نوید مرزا ، تیزاب احاطہ لاہور
- لقمان شاہ ، جنیر گوٹھ کراچی
- سنتوش کمار حتم ، کندھ کوٹ
- علیم احمد خان ، محلہ انصاریاں ساہیوال
- عدنان قادر ، نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ
- محمد مبین خان ، ملیر کالونی کراچی
- عمار یاسر ، ملیر کالونی کراچی
- عدنان ، نومان ، ذیشان ، عائشہ ، بینا ، صدف اور نائلہ ، نارتھ کراچی
- سلطان بشیر جی/۶ فور اسلام آباد

- چوہدری ساجد حسین ، رتن تالاب کراچی
- عبدالسلام ، کراچی
- اسماء کاظمی ، ڈیگری دروازہ پشاور
- سلمان ، سیما ، حنا سعید ، اسلام آباد
- درینہ حمید ، اسٹاف ٹاؤن جامعہ کراچی
- محی الدین احمد ، لانڈھی ، کراچی
- فضل ربی راہی ، مینگورہ سوات
- مقصود احمد صدیقی ، اورنگی ٹاؤن کراچی
- خواجہ عمر فاروق ، کراچی
- آصف ، عامر ، مقام کا نام نہیں لکھا
- محمد نعیم " " "
- سردار حسین نقوی ، فیڈرل بی ایریا کراچی
- خالد علی خان ، شہداد پور
- نیر اقبال ، کراچی نمبر ۱۸
- عبدالناصر جواد ، پتوکی پنجاب
- فوزیہ تاج ، ایبٹ آباد
- شہانہ شمشاد ، شو مارکیٹ کراچی
- محمد ارشد اظہار ، مقام نامعلوم
- سید کمال رضا ، نارتھ ناظم آباد کراچی
- محمد رضوان حفیظ ، ہیڈ کوارٹر ہسپتال ، پنڈ دادن خان
- عمران نوشاد ، مین بازار ہری پور ہزارہ
- خرم محبوب کنول ، محلہ فیروز پورہ ہری پور ہزارہ
- محمد ثناء اللہ شاہ چک نمبر ۲۰۸ ج ب ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ
- خضر حیات ، تحصیل ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ
- مرزا وسیم بیگ ، دھوبی گھاٹ ، کراچی
- اسد بلال ، دہلی مرکنٹائل سوسائٹی ، کراچی
- سطوت شادمان ، ملیر کراچی
- منیر احمد ، لاہور کینٹ
- محمد اسحاق بلوچ ، مقام نامعلوم
- عمران اکرم " "
- محمد سعید عباس ، ملیر توسیعی کالونی کراچی
- فیاض رضا ، لانڈھی ، کراچی
- سلطان بشیر جی سکس فور ، اسلام آباد

- محمد ارشد صدیقی ، کراچی
- شفقت رحمٰن ، اکوڑہ خٹک
- ام ظہیر خان ، سول ہسپتال ، سکھر
- عبدالرشید اعوان ، کنری پاک
- نصر اللہ صدیقی ، علامہ اقبال ٹاؤن ، لاہور
- عزیز اختر اعوان ، کنری پاک ، تھرپارکر
- منصف علی ساجد ، باجی تھل ضلع بھکر
- رجب علی بیگ ، اٹک شہر
- عظمت سبحانی ، جی/۷ اسلام آباد
- محمد عمران اکرم ، مقام کا نام نہیں لکھا
- غزالہ ناہید ، چونیاں
- سید جاوید حیدر شاہ ، راولپنڈی
- ایم وسیم صدیقی ، طارق روڈ ، سکھر
- عمر علی بیگ ، اٹک شہر
- افتخار احمد بھٹی ، الھوڑی ضلع اٹک
- عبدالرشید فاروقی ، چنیلی ، جھنگ صدر
- عبدالقادر میمن ، سکھر
- محمد ظفر ایاز ، قلعی مہاناں ، رحیم یار خان
- سریش کمار ، ٹھیرو ضلع سانگھڑ
- شہزاد اقبال ، کوہاٹ روڈ ، پشاور
- حمیرا یاسین ، کراچی
- ارشاد فرید ، نارتھ ناظم آباد ، کراچی
- سعید احمد ، ایف/۶ دو ، اسلام آباد
- [illegible] ، تخت گنج ، مردان
- شام داس ، کوٹ غلام محمد ، تھرپارکر
- ارشاد محمد شیخ ، لطیف آباد نمبر ۱۱ حیدرآباد
- محمد یوسف قریشی ، خانیوال
- محمد علیم ، لانڈھی نمبر ۴ ، کراچی
- رسول بخش کھٹیو ، ٹنڈو محمد خان سندھ
- عمر حیات ، کریم آباد ، ٹنڈو محمد خان
- اظہار احمد اسرار ، ناظم آباد نمبر ۴ ، کراچی
- افشاں ، نارتھ کراچی
- محمد ارشد ، مسرت کالونی ملیر سٹی ، کراچی
- محمد ادریس قمر ، لانڈھی کالونی ، کراچی

بہادر نوجوان

بہت زمانے کی بات ہے کہ ایک غلام قوم میں ایک بچہ پیدا ہوا۔ جب یہ بچہ جوان ہوا تو اُس نے دیکھا کہ برابر والی سلطنت کا بادشاہ زبردستی ان کی قوم سے خراج وصول کرتا ہے کیونکہ اُس کے پاس بہت بڑا لشکر تھا، اور وہ بادشاہ ظالم بھی بہت تھا۔ طاقت کی بُنیاد پر وہ اس نوجوان کی قوم سے بہت سی رقم غلّہ اور دوسری چیزیں حاصل کر لیا کرتا تھا۔ آخر کار اس نوجوان سے رہا نہ گیا اور اُس نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ تم لوگ اس بادشاہ کے آدمیوں کو خراج دینا بند کر دو۔ لوگوں نے جب یہ بات سُنی تو نوجوان کا خوب مذاق اڑایا اور کہا کہ ابھی ناتجربہ کار ہے اسے کیا معلوم کہ خراج روک لیا تو بادشاہ ہمارے ملک پر چڑھائی کر دے گا اور ہمیں برباد کر دے گا۔ نوجوان نے لاکھ سمجھایا کہ وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ لیکن لوگ ایک نہ مانے۔ آخر نوجوان نے خاموشی اختیار کر لی۔ وہ سمجھ چکا تھا کہ یہ قوم صرف اس لئے بزدل ہو گئی ہے کہ یہ اپنی طاقت پر بھروسہ کرتی ہے اور طاقت دینے والے خدا پر اس کا اعتماد کمزور ہو چکا ہے لہٰذا اس نے ایک پروگرام بنایا کہ وہ پہلے ان لوگوں کو اس بات پر راضی کرے گا کہ خدا پر ایمان لایا جائے۔ چنانچہ نوجوان نے اس کام پر اپنی ساری محنت لگا دی۔ وہ لوگوں کو جمع کر کے نصیحتیں کرتا اور سمجھاتا کہ دنیا کی سب سے بڑی طاقت صرف اللہ کی طاقت ہے۔ وہ اگر چاہے تو چیونٹی سے ہاتھی جیسے بھاری بھرکم جانور کو ہلاک کرا دے۔

بچو! نوجوان کی محنت کا یہ نتیجہ نکلا کہ لوگ آہستہ آہستہ اس کی بات پر یقین کرنے لگے اور اللہ پر ایمان لانے لگے۔ پھر رفتہ رفتہ ایمان لانے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا اور کچھ ہی سالوں میں ایک بہت بڑی جماعت بن گئی۔ اب جو ظالم بادشاہ کے آدمی خراج وصول کرنے آئے تو اس جماعت نے خراج دینے سے صاف انکار کر دیا۔ بادشاہ کو یہ سُن کر بہت غصہ آیا اور اُس نے دھمکی بھجوا دی کہ میں تمہاری قوم سے جنگ کرنے آرہا ہوں تیار ہو جاؤ۔ جب نوجوان کی

قوم کو جنگ کا پیغام ملا تو وہ گھبرائے لیکن نوجوان نے ان کی ہمّت بندھائی اور کہا کہ اس وقت تمہارے پاس ایمان کی قوت ہے اور اللہ تمہاری حمایت کرنے والا ہے تم سب جنگ کے لیئے تیار ہو جاؤ۔ تمام بستی والے جنگ کے لیۓ تیار ہوگئے۔ جوں ہی اس ظالم بادشاہ نے ان کے مُلک میں فوج داخل کرنا چاہی تو انہوں نے اُسے للکارا اور مقابلے پر آگئے۔ اور جنگ شروع کردی۔

ظالم بادشاہ کے آدمی اس جنگ کے لئے تیار نہ تھے وہ سمجھتے تھے کہ یہ لوگ بزدل ہیں بھاگ جائیں گے۔ لیکن جب زبردست حملہ ہوا تو بادشاہ کے آدمی واپس بھاگے لیکن اس قوم نے دُور تک اُن کا تعاقب کیا آخرکار ان کے مُلک کو فتح کرلیا اور ظالم بادشاہ کو ہلاک کردیا۔

اب یہ نوجوان اپنی قوم کو لے کر آگے بڑھا اور مغربی حصّے کو آخری کونے تک فتح کرلیا وہاں بھی ایک کافر قوم آباد تھی۔ نوجوان نے اس قوم کو بھی اللہ کا پیغام سُنایا اور لوگوں کو خدا پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ لوگ راضی ہوگئے۔ وہاں مسجد تعمیر کی گئی اور خدا کی عبادت شروع ہوگئی۔ اس کے بعد یہ نوجوان اپنے لشکر کو لے کر پرچم لہراتا ہوا چین تک چلا گیا۔ یہاں پہنچا تو کیا دیکھا کہ پہاڑ کے دامن میں ایک غریب قوم آباد ہے۔ اس قوم نے فریاد کی کہ یہاں یاجوج ماجوج نامی دو ظالم قومیں آباد ہیں جس کے افراد ہر سال ہماری قوم میں آکر لوٹ مار کرتے ہیں، فصلیں تباہ کردیتے ہیں، غلّہ اٹھاکر لے جاتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو قتل کردیتے ہیں، ہمیں ان سے نجات دلادیں۔ ہم آپ کو بہت سی دولت جمع کرکے پیش کریں گے۔ نوجوان نے ان کی فریاد سنی تو کہا مجھے اللہ نے بہت کچھ دیا ہے۔ تم میرے ساتھ مل کر ـــــ راستے میں ایک پتھر کی دیوار قائم کرو۔ سب نے مل کر دیوار قائم کی۔ کئی مہینے بعد جب بستی کے چاروں طرف دیوار بن گئی تو نوجوان نے کہا لوہے کی چادریں لاؤ اور انہیں خوب آگ میں تپاؤ۔ چنانچہ تمام بستی سے لوہے کی چادریں جمع کرکے آگ پر خوب تپائی گئیں یہاں تک کہ وہ سُرخ ہوگئیں تو کہا چادریں دیوار پر ڈال دو۔ وہ ظالم ہرگز اسے نہیں توڑ سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ کچھ مہینے کے بعد وہاں ایک بہت بڑی مضبوط دیوار تعمیر ہوگئی تو ظالم یاجوج ماجوج پھر اس قوم کی طرف نہ آسکے۔

بچّو! یہ نوجوان اللہ کے بندے اور نبی ذوالقرنینؑ تھے۔ جنہیں دولت کی پرواہ نہ تھی بلکہ وہ توحید کا پرچم بلند کرنے کی غرض سے دور دراز تک علاقوں کو فتح کرتے چلے گئے تھے۔

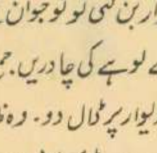

گرین گائیڈ اکیڈمی کے تحت شائع کردہ قرآنی حکایات پر مبنی کتاب "راہ نما" سے ماخوذ

روم کی کہانی

کارنیلیا کے جواہرات

ترجمہ: نجم الثاقب

آج سے کئی سو سال پہلے، شہر روم میں گرمیوں کی ایک روشن صبح، دو لڑکے ایک جگہ کھڑے ہو کر اپنی ماں کو ایک دوسری عورت کے ساتھ باغ میں ٹہلتے دیکھ رہے تھے۔

"بھائی، بھلا تم نے ماں کی سہیلی جیسی خوب صورت عورت بھی کبھی دیکھی ہے؟" لڑکوں میں سے چھوٹے والے نے بڑے سے پوچھا "یہ تو کوئی ملکہ معلوم ہوتی ہے، ہے نا۔"

"لیکن یہ عورت ہماری ماں جتنی حسین نہیں،" بڑے نے جواب دیا۔ "اس عورت کی پوشاک ضرور عمدہ ہے لیکن اس کا چہرہ مہربان اور پیار بھرا نہیں۔ سچی بات یہ ہے

کہ ہماری ماں ہی ملکہ جیسی لگتی ہے۔"
"تم صحیح کہہ رہے ہو۔" چھوٹے نے اتفاق کیا۔ "سارے روم میں ہماری ماں جیسی پیاری عورت نہیں ہے۔"

اُن کی ماں "کارنیلیا" اپنی دوست سے علیحدہ ہو کر ٹہلتی ہوئی اُن کی جانب آنکلی۔ اُس کا لباس سادہ اور سپید تھا اور اُس زمانے کے رواج کے مطابق پیر ننگے۔ نہ تو اس کی انگلیوں میں کوئی انگوٹھی تھی اور نہ ہی گردن کے گرد کوئی ہار۔ اس نے اپنے نرم سُنہری بالوں کی چوٹیاں گوندھ کر پیشانی پر لپیٹی ہوئی تھیں اور یوں لگتا تھا جیسے وہ کوئی تاج پہنے ہو۔ وہ فخر بھری نظروں سے اپنے بچوں کو دیکھ رہی تھی اور اس کا چہرہ ممتا بھری مسکراہٹ سے جگمگا رہا تھا "میرے بچو!" وہ اُن سے مخاطب ہوئی۔ "میں تمھیں کچھ بتانا چاہتی ہوں۔"

ان وقتوں کے قاعدے کے مطابق، مہذب اور اچھے بچوں کی طرح وہ دونوں اپنی ماں کے سامنے احتراماً جھک گئے۔

"کیا بات ہے ماں؟" انھوں نے پوچھا۔

"آج شام کا کھانا تم دونوں میرے اور میری دوست کے ساتھ اس باغ میں کھاؤ گے اور ہماری مہمان خاتون ہمیں اپنے وہ زیور اور جواہرات بھی دکھائیں گی جن کے بارے میں تم نے بہت کچھ سُن رکھا ہوگا۔"

لڑکوں نے شرماتے ہوئے اپنی ماں کی اس معزز دوست کی طرف دیکھا اور حیران ہو کر سوچنے لگے کہ اس عورت کے پاس کتنی بہت ساری انگوٹھیاں ہیں کہ دونوں ہاتھ انگوٹھیوں سے لدے ہونے کے باوجود وہ انھیں مزید دکھائے گی۔ "کیا اس کے گلے میں پڑی موتیوں اور ہیروں کی لڑیوں کے علاوہ اور بھی ہیرے ہیں؟" انھوں نے حیرت سے سوچا۔

کھانا ختم ہونے پر ایک خادم گھر جا کر معزز خاتون کے زیورات کا بکس اُٹھا لایا۔ اس عورت نے بکس کا ڈھکنا اٹھایا تو بچوں کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ دودھ کی طرح سپید اور ریشم کی طرح ہموار سطح والے موتیوں کی ان گنت لڑیاں۔ دہکتے ہوئے کوئلے کی طرح سُرخ لعلوں کے ڈھیر۔ سورج کی روشنی کو شرمانے والے ہیرے جواہرات۔

لڑکے مبہوت ہو کر کافی دیر تک جواہرات کو ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہے۔

"آہ" چھوٹے بھائی نے حسرت سے سرگوشی کی۔ "کاش ہماری پیاری ماں کے پاس بھی ایسی خوب صورت چیزیں ہوتیں۔"

آخر کار بکس بند کر دیا گیا اور نوکر حفاظت سے اُسے اُٹھا لے گیا۔

"کارنیلیا! کیا یہ سچ ہے کہ تمھارے

پاس زیورات نہیں ہیں ؟" معزز خاتون نے پوچھا۔ "کیا جو سرگوشی ابھی میں نے سُنی، وہ صحیح ہے ؟ کیا تم واقعی ایک غریب عورت ہو ؟"

"نہیں میں ہرگز غریب نہیں۔" لڑکوں کی ماں نے اعتماد سے جواب دیا اور اپنے بچوں کو لپٹا لیا۔ "یہ ہیں میرے ہیرے جواہرات" اس نے فخر سے کہا۔ "میرے بچے میرے لیے دنیا بھر کے خزانوں سے زیادہ قیمتی ہیں اور زمانے بھر کے زیورات سے زیادہ حسین۔"

وہ بچے اپنی ماں کے فخر کو کبھی نہ بھولے اور نہ ہی اس کی عظیم محبت فراموش کر پائے بہت عرصے بعد جب وہ بڑے ہوئے اور روم کے معززین میں ان کا شمار ہونے لگا تب بھی انہیں ایک شام اپنے گھر کے باغ میں پیش آنے والا یہ واقعہ یاد رہا۔ آج بھی لوگ بڑی محبت اور عزت سے کارنیلیا کے جواہرات کا قصہ سنتے ہیں۔

اورنگ زیب عالمگیر

اسلام کی تاریخ کو اٹھا کر دیکھئے، آپ کو کئی ایسے خداترس، نیک اور پارسا بادشاہ ملیں گے جنہوں نے خود کو حاکم نہیں سمجھا بلکہ سب سے بڑے حاکم خدائے بزرگ و برتر، اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق زندگی گزاری مغل بادشاہ اورنگزیب عالمگیر بھی انہی نیک حکمرانوں میں سے تھا اصلی نام محی الدین تھا، مغل بادشاہوں میں سب سے پہلا بادشاہ ہے جسے قرآن مجید حفظ تھا فارسی مضمون نویسی، گھڑسواری، تیراندازی، اور فنون سپہ گری میں کمال درجے کا ماہر تھا۔

اُس کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ مملکت کے خزانوں پر اختیار کے باوجود ایک پیسہ بھی اپنے مصرف میں نہ لاتا، اپنی گزر اوقات کلام مجید لکھ کر اور ٹوپیاں بُن کر کیا کرتا تھا۔ اورنگزیب نے نظام سلطنت کو مستحکم کیا اور رفاحی و فلاحی اور علمی کام کرائے۔ اس کی ترتیب دی ہوئی فتاوائے عالمگیری اسلامی فقہ میں ایک اہم مقام رکھتی ہے۔

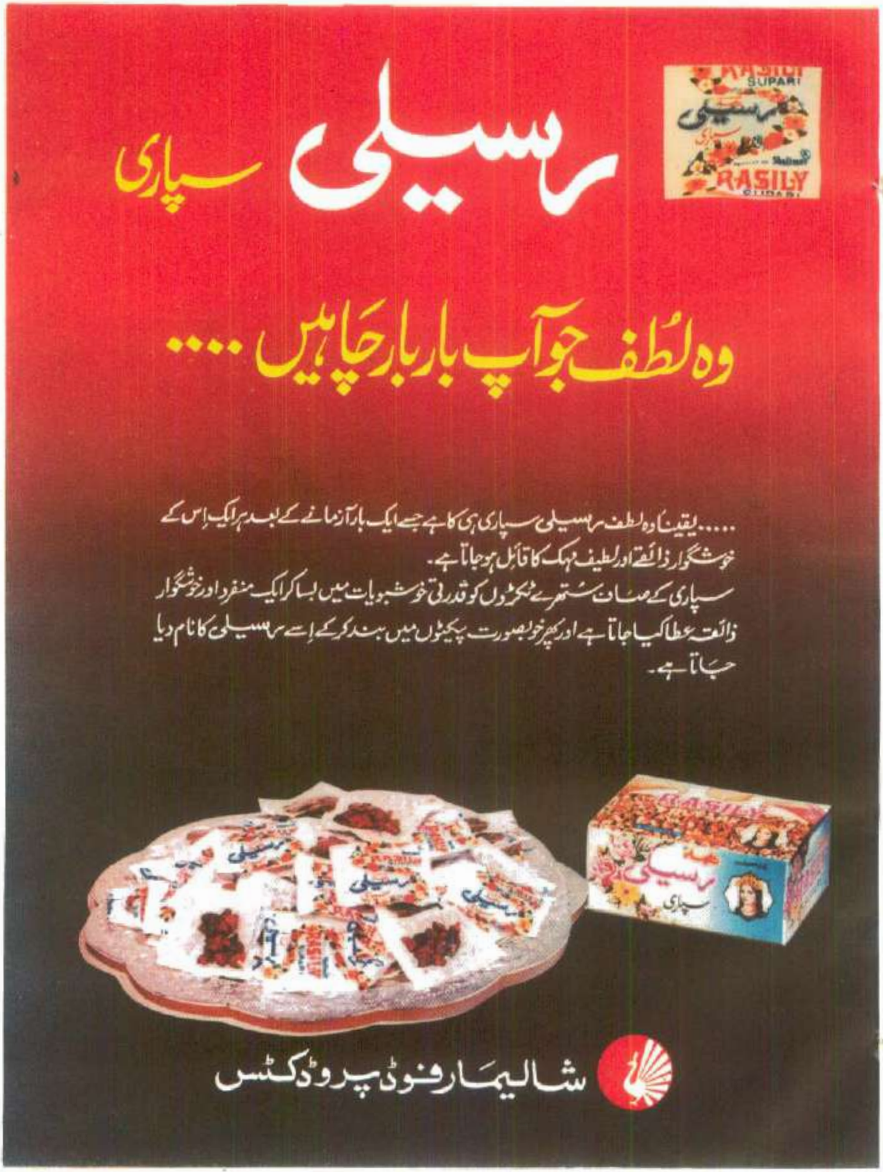
RASILY
SUPARI
رسیلی
RASILY
SUPARI
رسیلی سپاری
وہ لُطف جو آپ بار بار چاہیں.....
.....یقیناً وہ لطف رسیلی سپاری ہی کا ہے جسے ایک بار آزمانے کے بعد ہر ایک اِس کے خوشگوار ذائقے اور لطیف مہک کا قائل ہو جاتا ہے۔
سپاری کے صاف ستھرے ٹکڑوں کو قدرتی خوشبویات میں بسا کر ایک منفرد اور خوشگوار ذائقہ عطا کیا جاتا ہے اور پھر خوبصورت پیکٹوں میں بند کر کے اِسے رسیلی کا نام دیا جاتا ہے۔
شالیمار فوڈ پروڈکٹس

دنیائے کرکٹ کے چار بے تاج بادشاہ

عمران خان

جاوید میانداد

ویوین رچرڈ

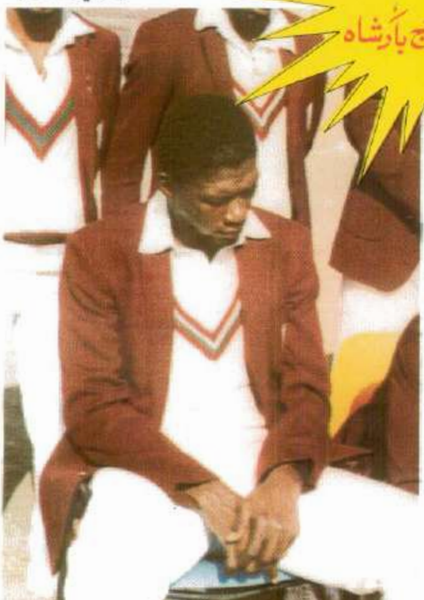

جوئیل گارنر

علی نودی

پاکستان بمقابلہ ویسٹ انڈیز

ماضی کا جائزہ مستقبل کے اندیشے

کرکٹ میں جہاں پاکستان کا شمار دنیا کی صف اوّل کی ٹیموں میں ہوتا ہے وہیں ویسٹ انڈیز کی ٹیم ہمیں سرِ فہرست نظر آتی ہے۔

ویسٹ انڈیز کی ٹیم جسے جزائر غرب الہند بھی کہا جاتا ہے، اکتوبر میں ٹیسٹ اور ایک روزہ میچوں کی سیریز کھیلنے کے لئے پاکستان کے دورہ پر آنے والی ہے۔

اپنے ساتھی قارئین کی معلومات کے لئے ہم یہاں یہ بتاتے چلیں کہ ویسٹ انڈیز دراصل جمیکا، برمودا، باربیڈوس اور ٹرینیڈاڈ ٹوباگو جیسی خود مختار ریاستوں پر مشتمل مجموعہ کا نام ہے۔ جو ایک زمانہ میں برطانوی نو آبادی رہ چکے ہیں۔ چونکہ انگریز کرکٹ کا کھیل اپنے

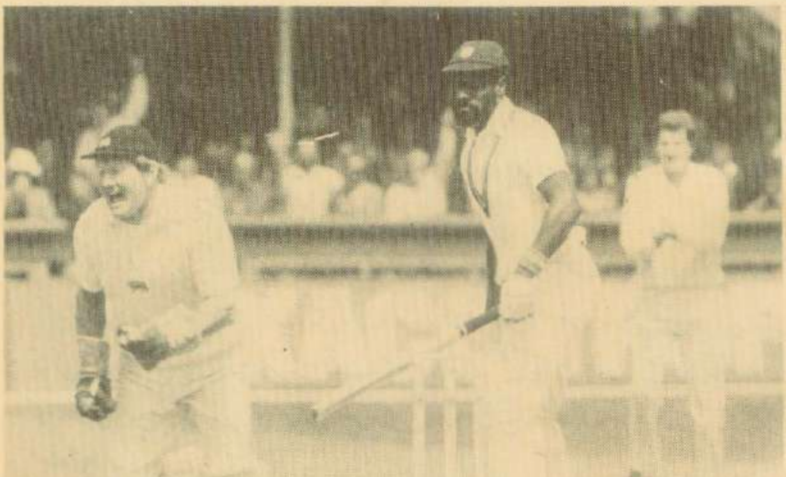

ساتھ ان جزائر میں لے گئے تھے۔ جس کی وجہ سے وہاں کے لوگوں نے بھی اس کھیل میں دلچسپی لی اور اب اس کھیل میں اتنی مہارت حاصل کرلی ہے کہ انہوں نے انگریزوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔

ویسٹ انڈیز نے جو شہرہ آفاق کھلاڑی اس کھیل کو دیا وہ گیری سوبرز ہیں۔ جن کو سر کا خطاب بھی مل چکا ہے۔ ان کا ٹیسٹ ٹریل یعنی ہزار سے زیادہ رنز، سو سے زیادہ وکٹیں اور سو سے زیادہ کیچ لینے کا عالمی ریکارڈ جو ایک عرصہ سے قائم ہے۔ وہ شاید اب این بوتھم (انگلستان) توڑ دے۔ اس کے علاوہ انہیں ایک اننگز میں سب سے زیادہ رنز (۳۶۵ رنز ناٹ آؤٹ) بنانے کا بھی اعزاز حاصل ہے۔ جو اتفاق سے انہوں نے پاکستان کے خلاف ہی بنائے تھے۔ جبکہ پاکستان کی طرف سے لٹل ماسٹر کے نام سے معروف حنیف محمد نے ویسٹ انڈیز ہی کے خلاف پاکستان کی طرف سے ایک اننگز میں سب سے زیادہ اسکور (۳۳۷ رنز) بنائے۔ جبکہ یہ ٹیسٹ اور فرسٹ کلاس کرکٹ میں سب سے طویل کھیلی جانے والی اننگز بھی شمار ہوتی ہے جو ۱۶ گھنٹے اور دس منٹ تک جاری رہی۔

یہ تو تھے ماضی میں پاکستان اور ویسٹ انڈیز کے دو سپر اسٹار کھلاڑی۔ جنہوں نے اپنے جاندار کھیل سے اپنے دور کو روشن کئے رکھا۔

اس کے علاوہ ماضی میں پاکستان کی طرف سے عبدالحفیظ کاردار، فضل محمود، مشتاق محمد، سعید احمد، صادق محمد، وسیم باری اور وسیم راجہ اور ویسٹ انڈیز کی طرف سے روہن کنہائی، ترس، ویکس، گبس، ہال، کالی چرن، کلائیو لائیڈ اور کرافٹ ایک دوسرے ممالک کے خلاف بہترین کھیل پیش کر چکے ہیں۔

موجودہ دور کے کرکٹرز میں جب ویسٹ انڈیز کی ٹیم پاکستان کے دورہ پر آئے گی تو پاکستان کو اپنے تمام ادوار کے عظیم آل راؤنڈر عمران خان، سپر اسٹار بیٹسمین جاوید میاں داد، قابل اعتماد آل راؤنڈر مدثر نذر، لیگ اسپنر عبدالقادر کے علاوہ ہماری ٹیم تقریباً تمام نئے کھلاڑیوں جیسے رمیز راجہ، قاسم عمر، سلیم ملک، ذوالقرنین، وسیم اکرم اور توصیف احمد پر مشتمل ہوگی۔

ویسٹ انڈیز کی ٹیم جس کی قیادت ٹیسٹ کرکٹ میں چھ ہزار سے زائد رنز بنانے والے اور ۱۹ ٹیسٹ سنچریاں بنانے والے شہرہ آفاق بیٹسمین ویوین رچرڈز کریں گے اس ٹیم میں

اس بار دو دو سو سے زائد ٹیسٹ وکٹیں حاصل کرنے والے ممتاز فاسٹ بولرز مائیکل ہولڈنگ اور جوئیل گارنر شامل نہیں ہوں گے۔ جبکہ دو سو سے زائد ٹیسٹ وکٹیں حاصل کرنے والے ایک اور فاسٹ بولر میلکم مارشل کو ویوین رچرڈز کا نائب مقرر کیا گیا ہے۔

ویسٹ انڈیز کی ٹیم اپنی بولنگ میں زیادہ تر فاسٹ بولرز پر انحصار کرتی ہے۔ ماضی میں ان کے پاس ویزلی ہال، گریفتھ، کیتھ بوائس، ہولڈر، رابرٹس، کرافٹ اور کلارک جیسے فاسٹ بولرز رہ چکے ہیں۔ اب بھی مارشل کے علاوہ گرے اور کورٹنی والش جیسے فاسٹ بولرز ویسٹ انڈیز کی ٹیم میں شامل ہوں گے۔ جو دنیا کی کسی بھی وکٹ سے چاہے وہ جاندار ہو یا بے جان رفتار نکالنے میں پوری مہارت رکھتے ہیں۔ اسی لئے انہیں کالی آندھی قرار دیا جاتا ہے۔

جہاں تک بیٹنگ کا تعلق ہے۔ ویسٹ انڈیز کے پاس ڈیسمنڈ ہینز، گورڈن گرینج، خود ویوین رچرڈز، رچی رچرڈسن اور لیری گومز کی شکل میں دنیا کے بہترین بیٹسمین ہیں—— ویسٹ انڈیز کی ٹیم جو شاید اس وقت دنیا کی واحد ٹیم ہے جو میزبان کو انہی کے ملک میں شکست دینے کی پوری صلاحیت رکھتی ہے۔ جس کی مثال بھارت اور انگلستان ہیں جنہیں ویسٹ انڈیز نے انہی ممالک میں ۱-۵ اور صفر-۵ کی شکست سے دوچار کیا۔ ۱۹۷۰ء اور ۱۹۸۰ء کی دہائی میں ایک روزہ کرکٹ نے نہایت زور پکڑا اور ویسٹ انڈیز کی ٹیم نے اس طرز کی کرکٹ میں بھی اپنا لوہا منوایا۔ ویسٹ انڈیز نے نہ صرف ایک روزہ کرکٹ کے پہلے دو ورلڈ کپ جیتے اور تیسرے کے فائنل میں بدقسمتی سے بھارت سے ہارے، اس کے علاوہ، آسٹریلیا اور مشرق وسطی میں بے شمار ٹورنامنٹس اور ٹرائنگولر مقابلے جیتے۔ یہ ویوین رچرڈز ہی تھے جنہوں نے انگلستان کے خلاف ایک روزہ میچ میں انگلش بولرز کی بری طرح پٹائی کرتے ہوئے ۱۸۵ رنز بنا کر ایک روزہ کرکٹ میں زیادہ سے زیادہ رنز بنانے کا عالمی ریکارڈ قائم کیا۔ جبکہ ٹیسٹ کرکٹ میں زیادہ سے زیادہ رنز بنانے کا اعزاز سر گیری سوبرز کے پاس ہے۔ ایک عرصہ تک ٹیسٹ کرکٹ میں سب سے زیادہ وکٹیں حاصل کرنے کا اعزاز ویسٹ انڈین اسپنر لانس گبس کے پاس رہا۔ لیکن بعد ازاں اس ریکارڈ کو آسٹریلیا کے ڈینس للی، انگلستان کے این بوتھم اور

باب وِلس اور نیوزی لینڈ کے رچرڈ ہیڈلی نے توڑ دیا۔ لانس گبس اپنے وقت کے عظیم آف اسپنر رہے۔ اور ابھی تک چونکہ ویسٹ انڈیز کی ٹیم زیادہ تر فاسٹ بولرز پر انحصار کرتی ہے۔ اس لئے انہیں گبس کے پایہ کا اسپنر نہیں مل سکا۔ ویسے انشان علی، ڈیرک پیری اور اب راجر ہارپر اچھے اسپنر تسلیم کئے جاتے ہیں۔

جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے۔ پاکستانی ٹیم عمران خان، جاوید میاں داد، مدثر نذر اور عبدالقادر کو چھوڑ کر زیادہ تر نئے کھلاڑیوں پر مشتمل ہو گی۔ لیکن ہمارے ان نئے کھلاڑیوں کی صلاحیتیں کسی طرح پرانے کھلاڑیوں سے کم نہیں ہیں۔ یہ کھلاڑی اپنے دور کے تقاضوں کو سمجھتے ہیں اور ان کے مطابق کھیل پیش کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ عمران خان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ ٹیسٹ کرکٹ میں پاکستان کی طرف سے دو ہزار سے زائد رنز اور دو سو سے زائد وکیٹیں لینے والے پہلے بولر ہیں۔ جاوید میاں داد نے ٹیسٹ کرکٹ میں ۱۳ سنچریوں کی مدد سے ۵ ہزار سے زائد رنز اسکور کئے ہیں۔ جبکہ مدثر نذر نے ایک روزہ کرکٹ میں پاکستان کے لئے سب سے زیادہ وکیٹیں حاصل کی ہیں۔ عبدالقادر کی جادوئی لیگ اسپن گوگلی بولنگ کا ابھی تک کسی کے پاس بھی توڑ نہیں ہو سکا ہے۔ اب اگر صلاحیتیں دکھانا ہیں تو بیٹنگ میں محسن حسن خان، قاسم عمر، رمیز راجہ (جن کے بھائی وسیم راجہ کو پاکستان میں ویسٹ انڈیز کے خلاف ایک سیریز میں سب سے زیادہ رنز یعنی ۲۴۶ رنز بنانے اور مجموعی طور پر ۱۹ ٹیسٹ میچوں میں ۹۱۹ رنز بنانے کا اعزاز حاصل ہے) اور سلیم ملک کو بولنگ میں، وسیم اکرم،، ذاکر خان، محسن کمال اور توصیف احمد کو اور ذوالقرنین کو وکٹ کیپنگ میں اپنے جوہر دکھانے ہوں گے۔

آپ کی معلومات کے لئے ہم یہاں یہ تحریر کرتے چلیں کہ اب تک پاکستان اور ویسٹ انڈیز کے درمیان مجموعی طور پر ۱۹ ٹیسٹ دس ویسٹ انڈیز میں اور ۹ پاکستان میں کھیلے جا چکے ہیں۔ جس میں سے چار پاکستان نے دو ویسٹ انڈیز اور دو اپنے ہی ملک میں جیتے،، میں سے ۵ ویسٹ انڈیز میں اور دو اپنے ہی ملک میں ہارے اور آٹھ میں تین ویسٹ انڈیز میں اور پانچ اپنے ہی ملک میں برابر کھیلے۔ پاکستان نے ویسٹ انڈیز میں ان کے خلاف سب سے بڑا اسکور ۵۸۰۔ ۱۹۵۷ء میں برج ٹاؤن میں بنایا۔ اس وقت

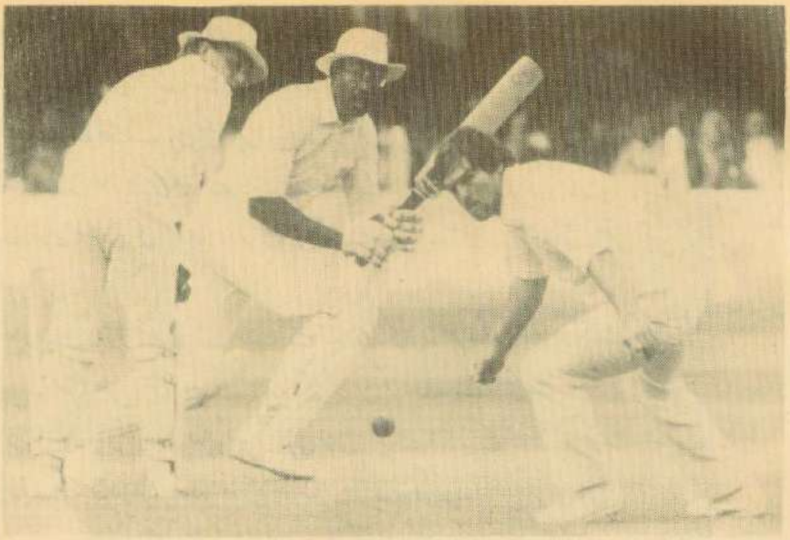

پاکستان نے ۸ وکٹوں پر ۶۵۷ رنز اسکور کئے۔ جس میں حنیف محمد کے ۳۳۷ رنز شامل ہیں۔ ویسٹ انڈیز نے پاکستان کے خلاف سب سے بڑا اسکور اپنے ہی ملک میں کنگسٹن کے شہر میں بنایا۔ جس میں ویسٹ انڈیز نے ۸ وکٹوں پر ۷۹۰ رنز بنا ڈالے۔ اسی ٹیسٹ میں گیری سوبرز نے ٹیسٹ کرکٹ کا سب سے بڑا اسکور ۳۶۵ رنز ناٹ آؤٹ بنا ڈالا۔ پاکستان کا ویسٹ انڈیز کے خلاف ٹیسٹ کرکٹ میں کم از کم اسکور ۱۰۴ رنز ہے جو ۵۹-۱۹۵۸ء میں لاہور میں بنایا گیا جب کہ ویسٹ انڈیز کا پاکستان کے خلاف ۷۶ رنز ۵۹-۱۹۵۸ ہی میں انہوں نے ڈھاکہ میں بنایا۔

ویسٹ انڈیز میں پاکستان کی طرف سے ایک اننگز میں سب سے زیادہ رنز حنیف محمد (۳۳۷ رنز) نے ۵۸-۱۹۵۷ میں برج ٹاؤن میں بنائے۔ جبکہ پاکستان میں زیادہ سے زیادہ رنز مشتاق محمد نے ۱۲۳ رنز ۷۵-۱۹۷۴ میں لاہور میں اور عمران خان نے ۸۱-۱۹۸۰ میں لاہور ہی میں بنائے۔

ویسٹ انڈیز کی طرف سے اپنے ہی ملک میں ایک اننگز میں سب سے زیادہ رنز سر گیری سوبرز نے ۵۸-۱۹۵۷ میں کنگسٹن میں ۳۶۵ رنز ناٹ آؤٹ بنائے۔ جبکہ پاکستان میں ویسٹ انڈیز کی طرف سے ایک اننگز میں سب سے زیادہ رنز روہن کنہائی نے

۲۱۷ رنز ۵۹-۱۹۵۸ میں لاہور میں بنائے۔
پاکستان کی طرف سے چودہ اور ویسٹ انڈیز کی طرف سے سترہ سنچریاں ایک دوسرے ملک کے خلاف بن چکی ہیں۔ پاکستان کی طرف سے حنیف محمد، وسیم راجہ، ماجد خان مشتاق محمد، اور وزیر محمد نے ویسٹ انڈیز کے خلاف دو دو سنچریاں بنائیں۔ ویسٹ انڈیز کی طرف سے سرگیری سوبرز اور سی سی ہنٹ نے پاکستان نے خلاف تین تین سنچریاں اسکور کیں۔
ویسٹ انڈیز کے خلاف سب سے زیادہ وکٹیں فضل محمود نے ۸ ٹیسٹ میچوں میں ۴۱ وکٹیں حاصل کیں۔ جبکہ ویسٹ انڈیز کے کولن کرافٹ نے ۹ ٹیسٹ میچوں میں پاکستان کے خلاف ۵۰ وکٹیں حاصل کیں۔ عمران خان ویسٹ انڈیز کے خلاف ویسٹ انڈیز ہی میں ۷۷-۱۹۷۶ کی سیریز میں ۱۳۱۰۶۰ کے اوسط سے ۲۵ وکٹیں حاصل کر چکے ہیں۔
ویسٹ انڈیز کے ویزلی ہال کو ٹیسٹ کرکٹ میں پاکستان کے خلاف ہیٹ ٹرک کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ ہال نے یہ کارنامہ ۵۹-۱۹۵۸ میں لاہور ٹیسٹ میں انجام دیا۔
وکٹ کے پیچھے سب سے زیادہ کھلاڑیوں کو پاکستان کی طرف سے ۸ ٹیسٹ میچوں میں امتیاز احمد نے ۲۱ کھلاڑیوں کو آؤٹ کیا۔ جس میں ۱۳ کیچ آؤٹ اور آٹھ اسٹمپڈ آؤٹ شامل ہیں۔ جبکہ ویسٹ انڈیز کی طرف سے ۸ ٹیسٹ میچوں میں ایف سی ایم الیگزانڈر نے ۲۹ کھلاڑیوں کو آؤٹ کیا۔ جس میں ۲۵ کیچ اور چار اسٹمپڈ شامل ہیں۔
ایک روزہ کرکٹ میں پاکستان اور ویسٹ انڈیز ایک دوسرے کے سخت حریف رہے ہیں۔ دو ورلڈ کپ میں پاکستان کو سیمی فائنل میں ویسٹ انڈیز کے کے سخت حریف رہے ہیں۔ دو ورلڈ کپ میں پاکستان کو سیمی فائنل میں ویسٹ انڈیز کے مقابلہ میں نہایت سخت مقابلہ کے بعد بہت کم فرق سے شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ جبکہ آسٹریلیا میں کھیلے گئے منی ورلڈ کپ سیمی فائنل میں پاکستان نے ویسٹ انڈیز کو ہرا دیا۔ یعنی ایک روزہ کرکٹ میں پاکستان اور ویسٹ انڈیز جب بھی ایک دوسرے کے مدمقابل رہے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے خلاف نہایت کم فرق سے ہارے ہیں۔
ایک عرصہ کے بعد پاکستان اور ویسٹ انڈیز کے درمیان سیریز کھیلی جارہی ہے۔ یقیناً دونوں ٹیموں میں نئے کھلاڑیوں کی خاصی تعداد شامل ہوگی۔ یہ کھلاڑی ایک دوسرے

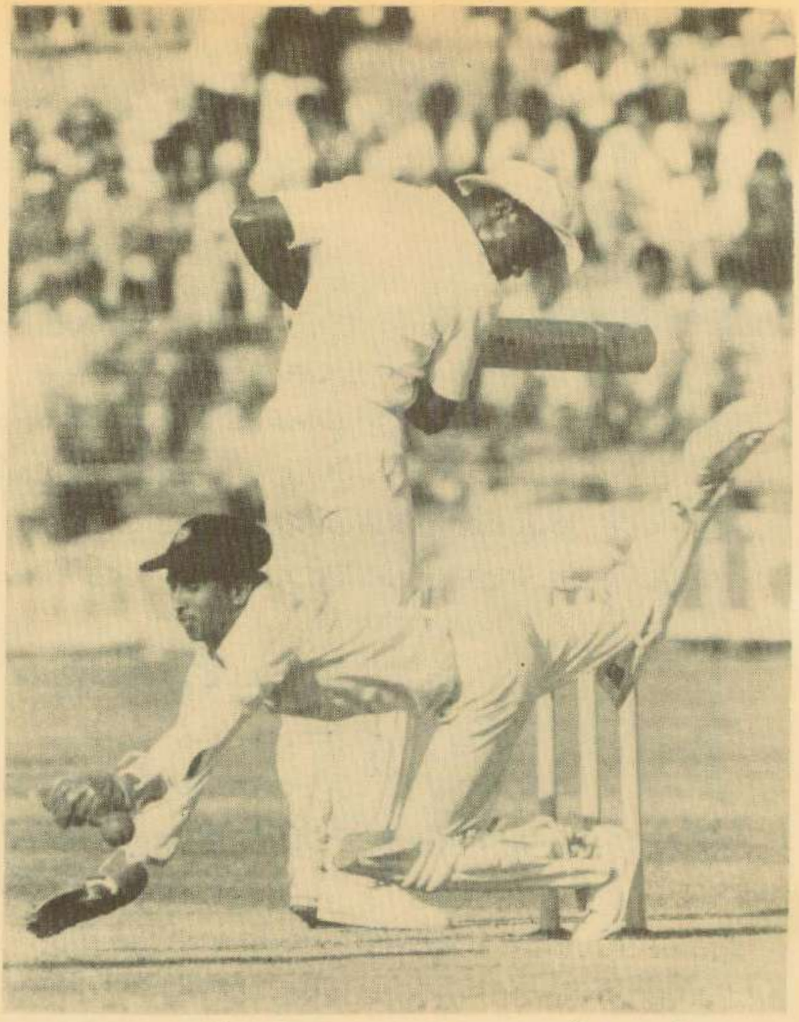

کے خلاف کیسی کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جس طرح آپ کو اس کا شدّت سے انتظار ہے اُسی طرح ہم بھی بے چینی سے ویسٹ انڈیز کرکٹ ٹیم کے دورۂ پاکستان کے منتظر ہیں۔

فرسٹ کلاس کرکٹ اور ٹیسٹ میچ کے

دلچسپ ریکارڈ

سب سے طویل اننگ

سب سے طویل اننگ کا ریکارڈ ہے ۱۱۰۷ رن ۔ جو ۱۰ گھنٹے اور ۳۰ منٹ میں بنائے گئے ۔ یہ رن وکٹوریہ نے نیو ساؤتھ ویلس کے خلاف آسٹریلیا شیفیلڈ میچ ، میلبارن میں ۲۷ اور ۲۸ دسمبر ۱۹۲۶ء کو بنائے تھے ۔

ٹیسٹ کرکٹ میں سب سے بڑی اننگ کا ریکارڈ انگلینڈ کا ہے۔ ۱۵ گھنٹے ۱۷ منٹ میں اس نے ۷ وکٹ پر ۹۰۳ رن بنائے یہ میچ آسٹریلیا کے خلاف ۲۰ ، ۲۲ ، ۲۳ اگست ۱۹۳۸ء کو کھیلا گیا

سب سے چھوٹی اننگ

سب سے چھوٹی اننگ ۱۲ رن کی ہے جو آکسفورڈ یونیورسٹی نے میریلیبون کرکٹ کلب (ایم سی سی) کے خلاف کاؤلی مارشن آکسفورڈ میں کھیلی تھی ۲۴ مئی ۱۸۷۷ء کو یہ میچ ہوا تھا ۔
۱۲ ہی رن کا ایک دوسرا ریکارڈ نارتھمپٹن شائر کا ہے جو اس نے ۱۱ جون ۱۹۰۷ء کو گلوکسٹر میں گلوکسٹر شائر کے خلاف بنایا تھا

جدید دور میں سرّی نے اسکیس کے خلاف ایک اننگ میں ۱۴ رن بنائے ۔ یہ میچ ۳۰ مئی ۱۹۸۳ء کو چیلمس فورڈ میں کھیلا گیا ۔

ٹیسٹ میچ میں سب سے چھوٹی اننگ کا ریکارڈ نیوزیلینڈ کا ہے جس نے انگلینڈ کے خلاف ۲۸ مارچ ۱۹۵۵ء کو آکلینڈ میں صرف ۲۶ رن بنائے تھے ۔

سب سے شاندار کامیابی

سب سے شاندار کامیابی پاکستان ریلوے کو لاہور میں حاصل ہوئی ۲- سے ۴ دسمبر ۱۹۶۴ء کو اس نے ڈیرہ اسمٰعیل خان کو ایک اننگ اور ۸۵۱ رن سے ہرا دیا ۔ اس میچ میں پاکستان

ریلوے نے ۶ وکٹ پر ۹۱۰ رن بناکر اننگ کے خاتمہ کا اعلان کیا تھا جب کہ ڈیرہ اسماعیل خاں نے پہلی اننگ میں ۳۲ اور دوسری میں صرف ۲۷ رن بنائے تھے۔

ٹیسٹ میچ میں سب سے شاندار کامیابی انگلینڈ کو حاصل ہوئی اس نے آسٹریلیا کو ایک اننگ اور ۵۷۹ رن سے ہرایا تھا۔ یہ میچ ۲۰ سے ۲۴ اگست ۱۹۳۸ کو کھیلا گیا

ایک دن میں سب سے زیادہ رن

ایک دن میں سب سے زیادہ رن کا ریکارڈ ۷۲۱ رن کا ہے جو ۵ گھنٹے ۴۸ منٹ میں بنائے گئے۔ یہ رن آسٹریلیا نے ایکس کے خلاف ساؤتھ چرچ پارک میں ۱۵ مئی ۱۹۴۸ کو بنائے۔

ٹیسٹ میچ میں ایک دن کا سب سے بڑا ریکارڈ ۵۸۸ رن کا ہے جو مانچسٹر (انگلینڈ) میں کے اولڈ ٹرافرڈ میدان میں بنایا گیا۔

۲۷ جولائی ۱۹۳۶ء کو انگلینڈ کی ٹیم نے ۳۹۸ رن بنائے جب کہ مقابل ٹیم بھارت نے اسی دن اپنی دوسری اننگ میں بغیر کوئی وکٹ گنوائے ۱۹۱ رن بنائے تھے۔

بیٹنگ

ایک اننگ میں سب سے زیادہ رن حنیف محمد نے بنائے انہوں نے کراچی میں کراچی کی طرف سے بہاولپور کے خلاف کھیلتے ہوئے ۸، ۹، ۱۰ جنوری ۱۹۵۹ء ۱۰ گھنٹے ۳۵ منٹ میں ۴۹۹ رن بنائے جب کہ ٹیسٹ میچ میں ایک اننگ میں سب سے زیادہ رن بنانے کا شرف ویسٹ انڈیز کے سوبرس کو حاصل ہے انہوں نے پاکستان کے خلاف کنگسٹن جمائیکا (ویسٹ انڈیز) میں کھیلتے ہوئے ۲۷ فروری۔ یکم مارچ ۱۹۵۸ء بغیر آؤٹ ہوئے ۱۰ گھنٹے ۱۴ منٹ ۳۶۵ رن بنائے۔

سب سے بڑی اننگ

سب سے بڑی اننگ بھی حنیف محمد صاحب کی ہے انہوں نے ویسٹ انڈیز کے خلاف برج ٹاؤن بار بادوس ۲۰، ۲۳ جنوری ۱۹۵۸ء میں ایک اننگ میں ۱۶ گھنٹے ۱۰ منٹ کھیلتے رہے اور اسمیں انہوں نے ۳۳۷ رن بنائے۔

انفرادی ریکارڈس

باؤلنگ

ایک اننگ میں سب سے زیادہ وکٹ

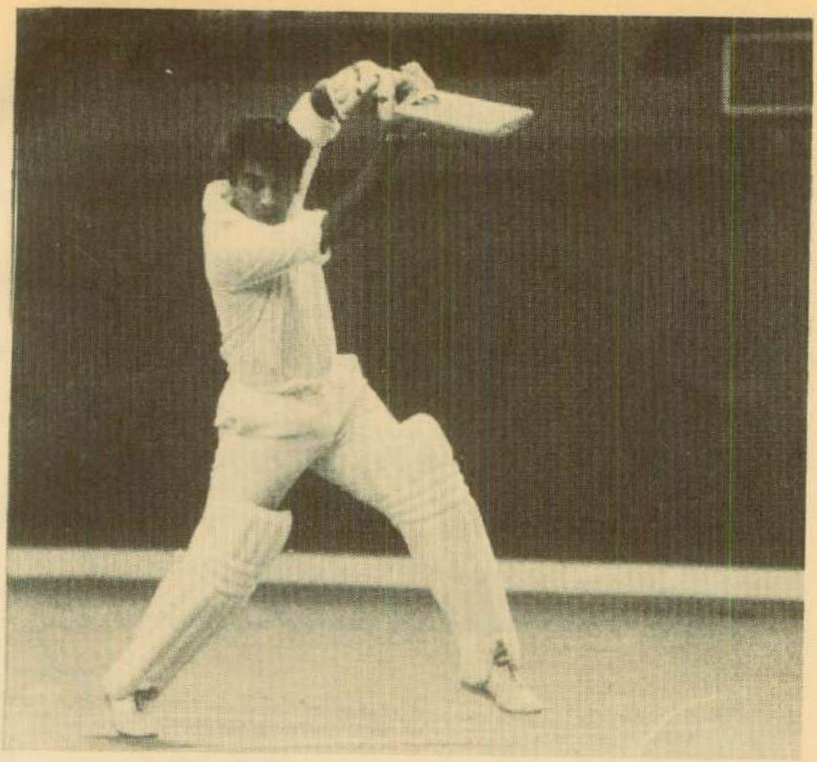

ایک ہی بالر نے دسوں وکٹ آؤٹ کئے۔ایسے ریکارڈس تو کئی بار بن چکے ہیں لیکن یہ کارنامہ تین بار انجام دینے والے کھلاڑی کا نام ہے الفریڈ فری مین 'یہ کینٹ (انگلینڈ) کی طرف سے کھیلتے تھے۔ ۱۹۳۱، ۱۹۳۰، ۱۹۲۹، میں تین میچوں میں انہوں نے یہ ریکارڈ قائم کیا لیکن دسوں کھلاڑی کو بولڈ آؤٹ کرنے کا شرف سیسکس کے جان وزڈن کو حاصل ہے جنہوں نے ۱۸۵۰ء میں لارڈس کے ایک میچ میں دسوں وکٹ کو بولڈ آؤٹ کیا تھا.

ایک میچ میں سب سے زیادہ وکٹ،

سرّی (انگلینڈ) کے جیمس چارلس لیکر نے آسٹریلیا کے خلاف اولڈ ٹرافرڈ میں ۲۷ تا ۳۱ جولائی ۱۹۵۶ء کو کھیلے گئے چوتھے ٹیسٹ میچ میں ۹۰، رن دیکر آسٹریلیا کے ۱۹، وکٹ آؤٹ کر دئے تھے (پہلی اننگ میں ۳۷، رن دے کر ۹، وکٹ اور دوسری اننگ میں ۵۳، رن دے کر ۱۰، وکٹ)

◎ پاکستان کے لٹل ماسٹر کے نام سے معروف حنیف محمد کو ٹیسٹ کرکٹ کی طویل ترین اننگز کھیلنے کا اعزاز حاصل ہے۔ انہوں نے ۱۹۵۷-۵۸ کی سیریز میں ۱۶ گھنٹے اور ۱۰ منٹ کھیل کر ۳۳۷ رنز بنائے۔ یہ طویل ترین ٹیسٹ اننگز کا عالمی ریکارڈ ہے۔

◎ سرگیری سوبرز نے ۱۹۵۷-۵۸ کی سیریز میں کنگسٹن میں پاکستان کے خلاف ٹیسٹ میچ میں ۳۶۵ رنز ناٹ آؤٹ بنائے۔ جو ٹیسٹ کرکٹ کی ایک اننگز میں کسی بیٹسمین کا زیادہ سے زیادہ انفرادی اسکور ہے۔

◎ ویسٹ انڈیز کے بولر ویزلی ہال نے ۱۹۵۸-۵۹ کی ٹیسٹ سیریز کے لاہور ٹیسٹ میں پاکستان کے خلاف ۸۷ رنز کے عوض ۵ کھلاڑیوں کو آؤٹ کیا۔ جس میں ایک شاندار ہٹ ٹرک بھی شامل ہے۔

◎ ایک اننگز میں پاکستان کی طرف سے سب سے زیادہ وکٹیں فضل محمود نے ۱۹۵۸-۵۹ کی سیریز کے ڈھاکہ ٹیسٹ میں صرف ۳۴ رنز کے عوض چھ کھلاڑیوں کو آؤٹ کرکے حاصل کیں۔ ویسٹ انڈیز کی طرف سے یہ اعزاز کولن کرافٹ کو حاصل ہے۔ جنہوں نے ۱۹۷۶-۷۷ کی سیریز میں پورٹ آف اسپین میں صرف ۲۹ رنز کے عوض ۸ کھلاڑیوں کو آؤٹ کیا۔

◎ ویسٹ انڈیز کی طرف سے ابھی تک کوئی بھی بولر ایک ٹیسٹ میچ میں دس یا اس سے زائد وکٹیں حاصل نہیں کرسکا۔ کولن کرافٹ نے ۱۹۷۶-۷۷ کی سیریز میں پورٹ آف اسپین ٹیسٹ میں ۹۵ رنز کے عوض ۹ وکٹیں حاصل کی تھیں۔ پاکستان کی طرف سے دس یا اس سے زائد وکٹیں حاصل کرنے کا کارنامہ فضل محمود انجام دے چکے ہیں۔ جنہوں نے ۱۹۵۸-۵۹ کی سیریز کے ڈھاکہ ٹیسٹ میں مجموعی طور پر ۱۰۰ رنز کے عوض ۱۲ کھلاڑیوں کو آؤٹ کیا۔

Breathtaking quality
Cool comfort for years and years to come. Trouble-free performance.
Reliable machine.
Covered by warranty
ROYAL FANS
Rafiq Engineering Industries (Private) Ltd.
Rafiqabad G.T. Road P.O. Box: 9 Gujrat
Phones: 3011-3004-3787-4301

ORIENT

کرکٹ

محمد امان خان دل

کرکٹ میں ہم نام کریں گے روشن پاکستان کا — طرزِ عمل جاوید کا لیں گے اسٹائل عمران کا

کپل دیو ہو ہیڈلی ہو یا مائیکل ہولڈنگ یا بوتھم — اب بھی زور ہے سب سے زیادہ عمرانی طوفان کا

تھا اپنا حنیف محمد ایک کھلاڑی مایہ ناز — لیٹ کٹ میں مثل نہیں تھا کوئی ماجد خان کا

ظہیر عباس کی بات نہ پوچھو اس کا تھا پیارا انداز — بریڈمین کہلاتا تھا وہ اپنے پاکستان کا

کرکٹ کھیل ہے عظمت والا عزت والا شہرت والا — ہے اس کھیل سے دنیا بھر میں رتبہ پاکستان کا

ویسے تو ہر ایک کھلاڑی کی اہمیت ہوتی ہے — کرکٹ میں ہے لیکن ذمہ زیادہ ہی کپتان کا

ہار جیت کا غم مت کرنا کھیل میں ہوتی رہتی ہے — دیکھو! خیال مگر تم رکھنا اپنی اونچی شان کا

انگلستان کے بارے میں اب اتنا کہنا جھوٹ نہیں — ڈھل کر نیچے اتر چکا ہے سورج انگلستان کا

ورلڈ کپ ہے آنے والا اگلے سال ستاسی میں — پھر دیکھے گی دنیا ساری جوہر پاکستان کا

اے دل حسرت ہے یہ دل میں پھر سے بازی ہو ایسی
پھر اپنا جاوید چھڑائے چھکا ہندوستان کا

آئیے .. کرکٹ کی فیلڈ پوزیشن سمجھیں

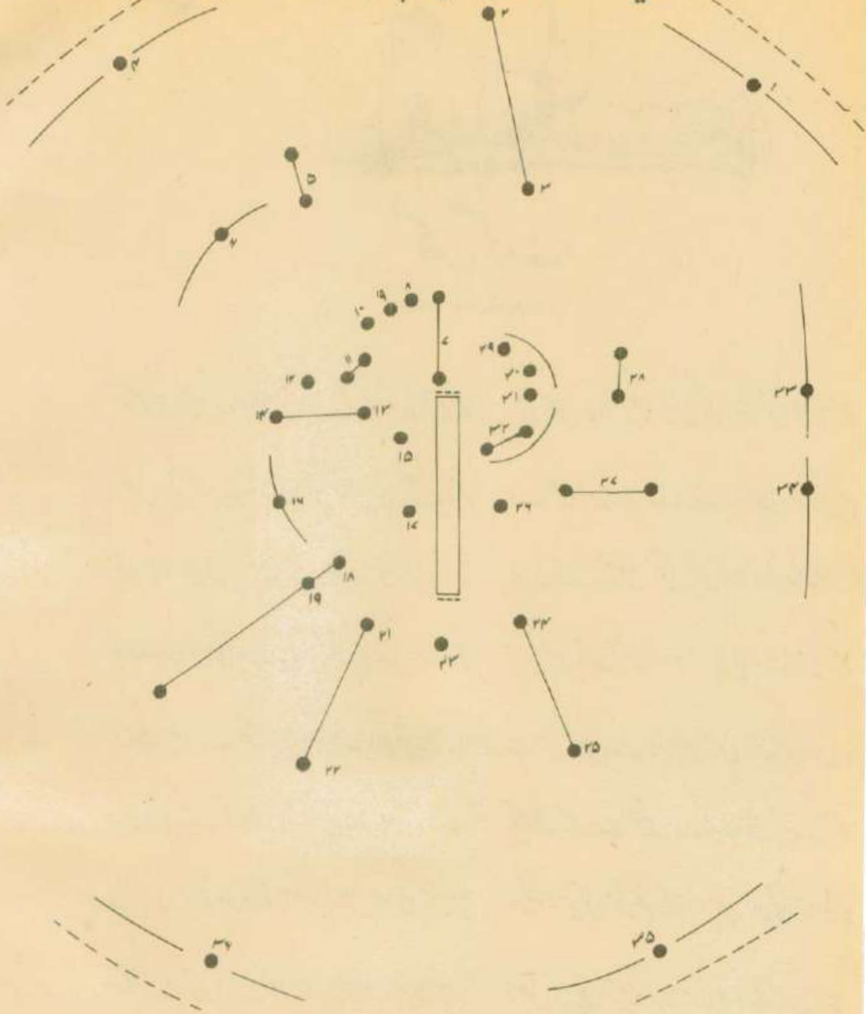

۱ لانگ لیگ ۲ ڈیپ فائن لیگ ۳ شارٹ فائن لیگ ۴ تھرڈ مین ۵ فلائی سلپ ۶ شارٹ تھرڈ مین
۷ وکٹ کیپر ۸ فرسٹ سلپ ۹ سیکنڈ سلپ ۱۰ تھرڈ سلپ ۱۱ گلی ۱۲ بیک ورڈ پوائنٹ ۱۳ آؤٹ فیلڈ پوائنٹ ۱۴ پوائنٹ ۱۵ سلی پوائنٹ ۱۶ کور ۱۷ سلی مڈ آف
۱۸ شارٹ ایکسٹرا کور ۱۹ ایکسٹرا کور ۲۰ ڈیپ ایکسٹرا کور ۲۱ مڈ آف ۲۲ ڈیپ مڈ آف ۲۳ بولر ۲۴ مڈ آن ۲۵ ڈیپ مڈ آن ۲۶ سلی مڈ آن ۲۷ مڈ وکٹ ۲۸ اسکوائر لیگ
۲۹ لیگ سلپ ۳۰ بیک ورڈ لیگ ۳۱ اسکوائر لیگ ۳۲ فارورڈ لیگ ۳۳ ڈیپ اسکوائر لیگ ۳۴ ڈیپ مڈ وکٹ ۳۵ لانگ آن ۳۶ لانگ آف

کرکٹ کی چند بنیادی اصطلاحات

ضیاالرحمن ضیا

ہمارے بہت سے ساتھی کرکٹ کی بعض اصطلاحات سے یاتو واقف ہی نہیں ہیں یا بعض مشہور اصطلاحات کے متعلق اگر کچھ جانتے بھی ہیں تو ان کے پس منظر اور دیگر تفصیلات سے واقف نہیں ہیں۔ یہاں ہم ان کی معلومات کے لئے ان اصطلاحات کو مکمل تشریح اور اُس کے پس منظر کے ساتھ شائع کررہے ہیں۔ ان اصطلاحات سے واقفیت کھیل کے دوران پیش آنے والی بعض مشکلات کو سمجھنے اور حل کرنے میں معاون ثابت ہو سکتی ہے۔

ڈک اور کنگ پیئر DUCK AND KING PAIR

کرکٹ میں اگر کوئی کھلاڑی صفر پر آؤٹ ہو جائے تو اُسے DUCK کہا جاتا ہے۔ اگر بیٹسمین میچ کی پہلی ہی گیند پر آؤٹ ہو کر پویلین کا رُخ کرے تو اُسے گولڈن ڈک GOLDEN DUCK کہتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی کھلاڑی ایک میچ کی دونوں اننگوں میں صفر پر آؤٹ ہو جائے تو اس کے اسکور کے لئے PAIR یا PAIR OF SPECTACLES کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے جبکہ دونوں اننگز میں پہلی ہی گیند پر صفر پر آؤٹ ہونے والے کھلاڑی کے لئے KING PAIR کے الفاظ مستعمل ہیں۔

ٹیسٹ ڈبل اور ٹرپل، ٹیسٹ میچوں میں اگر کوئی آل راؤنڈر ایک ہزار رن بنالے اور ایک سو وکٹیں بھی حاصل کرلے تو اُسے کرکٹ کی اصطلاح میں ٹیسٹ ڈبل کہا جاتا ہے۔ وکٹ کیپر کے لئے ٹیسٹ ڈبل کے کارنامے سے مراد ایک ہزار رن کی تکمیل اور وکٹ کے پیچھے ایک سو کیچ اور اسٹمپ کا حصول ہے۔ اسی طرح ایک ہزار رن، ایک سو وکٹیں اور ایک سو کیچ پکڑنے کے کارنامے کو "ٹیسٹ ٹرپل" کہا جاتا ہے۔ ٹیسٹ کرکٹ میں صرف ایک کھلاڑی نے ٹیسٹ ٹرپل مکمل کیا ہے۔ وہ کھلاڑی ویسٹ انڈیز کے سر گیری سوبرز ہیں۔

بیمر: BEAMER بالر کی وہ گیند جو بغیر زمین پر لگے ہوئے سیدھی بیٹسمین کے سر کی طرف، نشانہ لے کر پھینکی گئی ہو، اُس اصطلاحاً بیمر کہا جاتا ہے۔

چائنامین: (CHINAMAN) بائیں ہاتھ سے بالنگ کرنے والے شخص کی وہ گیند جو دائیں ہاتھ کے بیٹسمین کے لئے آف بریک ہو وہ گیند چائنامین کہلاتی ہے۔ چائنا مین بائیں ہاتھ کے بالروں کا ایک خفیہ ہتھیار ہوتی ہے۔ اُسے بائیں ہاتھ کے بالر کی گگلی بھی کہا جا سکتا ہے۔

نائٹ واچ مین: NIGHT WATCHMAN آخری نمبروں کے اُس کھلاڑی کو نائٹ واچ کہا جاتا ہے جو کسی دن کھیل کے آخری لمحات میں بیٹنگ کرنے جائے۔ کھیل کے خاتمے سے فوراً پہلے کسی کھلاڑی کے آؤٹ ہونے سے بیٹنگ کرنے والی ٹیم پر دباؤ بڑھ جاتا ہے۔ اس لئے اچھے بیٹسمین کی وکٹ بچانے کے لئے آخری نمبر کے کسی کھلاڑی کو بیٹنگ کے لئے بھیج دیا جاتا ہے تاکہ اگر وہ آؤٹ بھی ہو جائے تو ٹیم کو زیادہ نقصان نہ ہو۔ بعض اوقات تو نائٹ واچ کی حیثیت سے آنے والے کھلاڑیوں نے سنچریاں بھی اسکور کی ہیں۔

اوور دی وکٹ: یہ اصطلاح، وکٹوں کی دائیں یا بائیں سمت بالنگ کرنے کے عمل کو ظاہر کرتی ہے۔ جب دائیں ہاتھ کا بالر، امپائر کے بائیں جانب سے گیند پھینکتا ہے تو اُسے اوور دی وکٹ کہا جاتا ہے۔ اسی طرح جب بائیں ہاتھ سے گیند کرنے والا بالر امپائر کی دائیں سمت سے گیند کرتا ہے اس کے لئے بھی اوور دی وکٹ کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ مثلاً عبدالقادر کو اوور دی وکٹ گیند کرانے کے لئے امپائر کی بائیں سمت اور عظیم حفیظ کو دائیں سمت سے بالنگ کرانا پڑے گی۔ اس کی مخالف سمت کو راؤنڈ دی وکٹ کہا جاتا ہے۔

پلیڈ آن PLAYED ON جب گیند بیٹسمین کے بلّے سے لگنے کے بعد فوراً اس کی اپنی وکٹوں میں لگ جائے تو بیٹسمین بولڈ آؤٹ ہو جائے گا۔ اس عمل کو PLAYED ON کہا جاتا ہے۔

یارکر YORKER بیٹسمین کے قدموں کے قریب گرنے والی وہ گیند جو بلّے کے نیچے سے گزر جائے، اُسے یارکر کہا جاتا ہے۔ یارکر ایک تیز رفتار بالر کی خصوصی گیند ہوتی ہے۔ جو وہ نئے آنے والے بیٹسمین یا آخری نمبر کے کھلاڑیوں کو آؤٹ کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔

میرا مزے مزے کا آرسی
RC
Me and my RC
CONTINENTAL BEVERAGES(PVT)LTD.
D-210, ESTATE AVENUE S.I.T.E.,
KARACHI -16

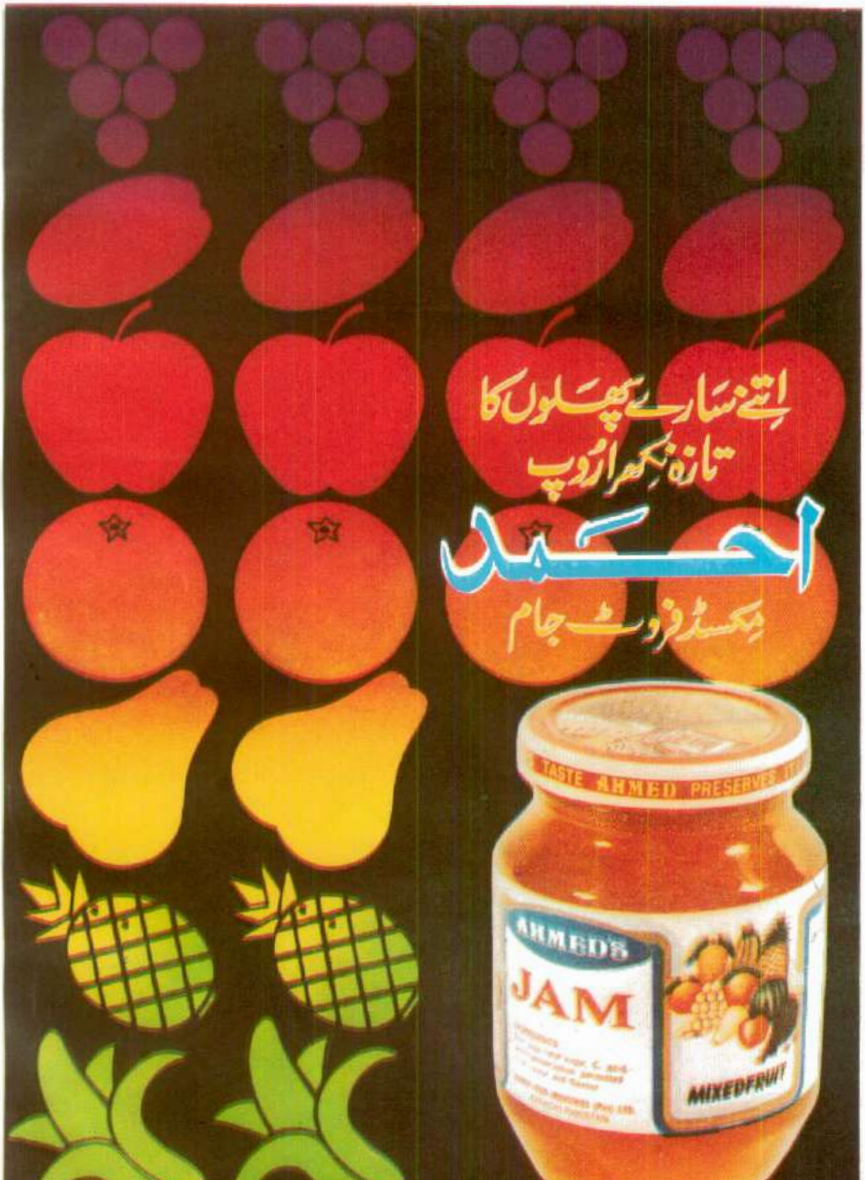
اتنے سارے پھلوں کا
تازہ نکھرا روپ
احمد
مکسڈ فروٹ جام
TASTE AHMED PRESERVES
AHMED'S
JAM
MIXEDFRUIT

ضمیر جعفری

دم گھنٹے مینڈھا

انور بولا
سرور! میں نے کل منڈی میں
ایک بکاؤ مینڈھا دیکھا
دو دو گز کے سینگ تھے اُس کے
کان بڑے لم ڈھینگ تھے اس کے
کھائے خالص ہری گھاس
پی کر شربت چار گلاس
کھیلے پھر وہ بکری پاس
موٹا تازہ — بے اندازہ
دس گز لمبا — چھ گز چوڑا
اس کے اندر تھا اک گھوڑا
اس کی آنکھیں آڑو جیسی
دُم تھی لمبی جھاڑو جیسی
دُم کے ساتھ لگائی گھنٹی
ہم نے خوب بجائی گھنٹی
سرور بولا — جھوٹ ہے!
جھوٹ ہے — جھوٹ ہے

Shield
The tooth brush with a difference
Shield
Made of Food Grade Plastic
Shield
Made of Food Grade Plastic
Shield
S
• Made of FOOD GRADE PLASTIC
• Highest quality nylon bristles from Dupont,USA
• Rounded tips - dual texture
• Unbreakable longer handle
• Elegantly designed for better grip
OUTER LAYER-For protection & gentle massage of gums
INNER LAYER-For effective cleaning of teeth
Shield
Your teeth insurance

کلیم چغت

نیکی

ککڑیاں تو آپ نے کھائی ہوں گی ؟ ! آپ کہیں گے ، "جی ہاں کئی مرتبہ"۔
تو بھئی ککڑیاں آج ہی نہیں آج سے تیرہ سو سال پہلے بھی بڑے شوق سے کھائی جاتی تھیں اور بـ
تو انہیں بہت پسند کرتے تھے ایسے ہی بچوں میں ایک چھوٹی سی بچی تھی ۔ جو عراق کے شہر کوفہ میں رہا
کرتی تھی۔

ایک دن بچی نے گھر کے باہر تازہ تازہ ککڑیاں بکتی دیکھیں ۔ بچی کا بڑا جی چاہا کہ ککڑیاں کھائے لیکـ
پیسوں کے بغیر تو ککڑی والا اسے ککڑی نہ دیتا ، خود اس کے پاس پیسے نہ تھے ۔ وہ روتی ہوئی گھر آگئـ
اور امی سے ضد کرنے لگی کہ ککڑی کھاؤں گی ۔ بچی کے ابو ان دنوں خاصی مالی پریشانیوں سے دوچا
تھے ۔ امی تو بڑی مشکل میں پڑ گئیں ۔ پیسے کہاں سے لائیں ؟ ۔ ادھر بچی تھی کہ ضد کیے جا رہی تھی ۔ امی نـ
اسے منع کیا تو وہ چیخ چیخ کر رونے لگی۔

بچی کے ابو بیٹھے دیکھ رہے تھے ان سے معصوم بچی کا رونا دیکھا نہ گیا ۔ انہوں نے سوچا کہ کہیں
سے مدد مانگی جائے ۔ کوئی تھوڑی سی رقم دے دے تو گھر میں کھانے پینے کا کچھ سامان آجائے گا او
بچی کو ککڑیاں بھی مل جائیں گی ۔

وہ اٹھے اور ایک بہت بڑے بزرگ کی مجلس کی طرف چل دیئے ۔ یہ "مجلس البرکۃ" کہلاتی تھی
آنے کو تو بچی کے ابو مجلس میں آ گئے لیکن بزرگ کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہوئے انہیں بہت

شرم آئی۔ انہوں نے کبھی کسی سے مانگا نہ تھا، وہ مانگنا پسند بھی نہیں کرتے تھے اور ہے بھی صحیح بات کسی سے مانگنا، ہاتھ پھیلانا کوئی اچھی بات تو نہیں ہے۔ آپ نے بھی دیکھا ہوگا بہت سے ہٹے کٹے گداگر بھیک مانگتے رہتے ہیں اور انہیں ذرا بھی شرم نہیں آتی لیکن جو اللہ کے نیک بندے ہوتے ہیں وہ ضرورت پڑنے پر بھی کسی سے مانگتے ہوئے شرمندگی محسوس کرتے ہیں۔ تو بھئی، بچّی کے ابّو کا بھی یہی حال تھا۔ وہ بار بار کچھ کہنے کا ارادہ کرتے لیکن پھر رک جاتے۔ آخر وہ مجلس سے اٹھ کر چلے گئے۔

بزرگ انہیں بہت غور سے دیکھ رہے تھے۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ شخص سخت ضرورت مند ہے لیکن غیرت والا آدمی ہے اس لئے کچھ کہتے ہوئے اسے شرمندگی محسوس ہو رہی ہے۔ بزرگ اپنی جگہ سے اٹھے اور بچّی کے ابّو کے پیچھے پیچھے چل دیئے۔ بچّی کے ابو اپنے مکان میں چلے گئے تو بزرگ ان کا مکان دیکھ کر واپس آ گئے۔

رات ہوئی تو بزرگ اس بچّی کے مکان پر پہنچے۔ خاصی دیر ہو چکی تھی اور اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ بزرگ نے مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ بچّی کے ابّو باہر نکلے۔ اندھیرے میں پہچان نہ سکے کہ کون آیا ہے۔ اتنی دیر میں بزرگ نے مکان کے دروازے پر ایک تھیلی رکھی اور یہ کہتے ہوئے فوراً واپس چلے گئے۔

"دیکھو تمہارے دروازے پر تھیلی پڑی ہوئی ہے یہ تمہارے لئے ہے"۔

بچّی کے ابّو نے تھیلی اٹھالی لیکن سمجھ میں نہیں آیا کہ کون صاحب تھے جو یہ تھیلی دے کر چلے گئے۔ اندر جاکر تھیلی کھولی تو اندر پانچ سو درہم اور ایک پرچہ رکھا ہوا تھا۔ پرچے پر لکھا تھا۔

"ابو حنیفہ اس رقم کو لے کر آپ کے پاس آیا تھا یہ رقم حلال ذریعے سے حاصل کی گئی ہے"۔

کچھ سمجھے آپ؟ ابو حنیفہ کون تھے۔؟ یہ مسلمانوں کے فقہ کے مشہور امام ابو حنیفہؒ تھے جن کو امام اعظم بھی کہا جاتا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ امام صاحب نے کتنے چپکے سے بچّی کے ابّو کی مدد فرمائی۔ ایسا آپ نے اس لئے کیا کہ دوسرے اگر آپ کے نیک عمل کو دیکھتے تو واہ واہ کرنے لگتے اس طرح آپ کی نیکی کا ثواب ضائع ہو جانے کا خطرہ تھا۔ ہمارے پیارے رسولؐ نے ہمیں بتایا ہے کہ کوئی شخص اگر نیک کام دوسروں کو دکھانے کے لئے کرتا ہے تو اس کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے بلکہ اس شخص کو ریاکاری (نمود و نمائش) کا گناہ الگ ملتا ہے۔

پھر یہ بھی دیکھئے کہ بچّی کے ابّو کے پاس اتنے پیسے بھی نہ تھے کہ وہ اپنی پیاری بچّی کو گڑیاں خرید کر دے سکیں لیکن ان کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ کسی کے آگے ہاتھ پھیلائیں لیکن آپ نے دیکھا کہ اللہ نے اپنے نیک بندے کی کس طرح مدد فرمائی اللہ اپنے نیک بندوں کی ہمیشہ مدد فرماتا ہے۔

فریبِ نظر

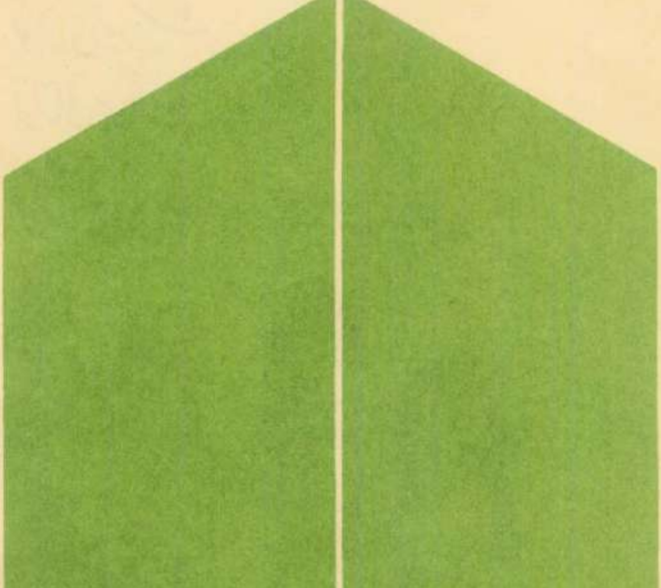

آپ کہاں ہیں؟

آپ بلندی سے کسی گھر کی ہٹ نما چھت دیکھ رہے ہیں
یا کمرے میں بیٹھے ہوئے کمرے کا کونا —— ؟

توانائی کھیل کود میں
توانائی ورزش میں
توانائی بھاگ دوڑ میں
توانائی کی ضرورت لمحہ بہ لمحہ

یعقوب انرجی فوڈ بسکٹ سے توانائی بھی اور لذت بھی

YBF یعقوب بسکٹ فیکٹری ۔ سکھر

Orient

حق اسکواڈ
اخلاق احمد

لالو کے پڑ گئے لالے

[illegible]

[illegible] اسکول میں داخل ہوگیا۔

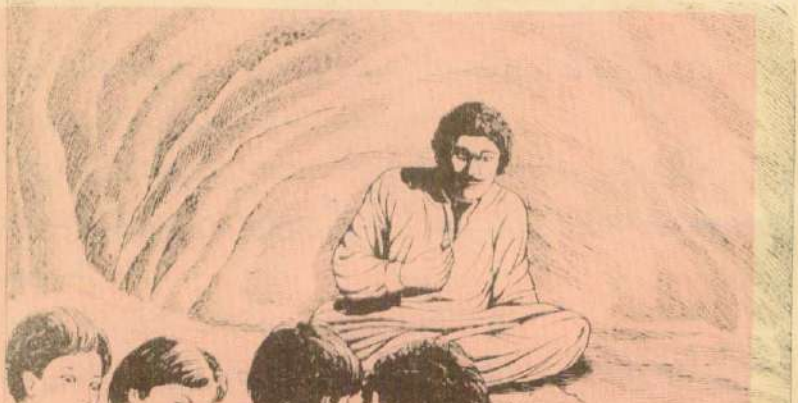

"اپنے غار نما ہیڈ کوارٹر" میں جب شہر یار انہیں پوری کہانی سنا چکا تو وہ سب دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔

پھر سرفراز نے کہا۔ "اب کیا ہوگا۔؟"

ضیار نے کہا۔ "اب لالو کا حشر نشر کر دیا جائے گا۔"

شہزاد نے ہنس کر کہا۔ "نہیں۔ یوں کہو کہ لالو کو کالو بنا دیا جائے گا۔"

"ہم اسے یہاں بلائیں گے۔" شہر یار نے کہا۔ "اور چار رپورٹ کارڈ خریدنے کی بات کریں گے۔ اس کے عوض ہم اسے دو سو روپے نقد دیں گے۔"

"دو سو روپے۔!" سرفراز کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"کیا کہہ رہے ہو بھائی شہر یار۔"؟ شہزاد نے سر کھجا کر کہا۔

"دو سو روپے کہاں سے آئیں گے۔؟" ضیار نے پوچھا۔

شہر یار مسکرایا۔ "یہ دو سو روپے ہمیں ایک ایسا شخص دے گا جو اس منصوبے میں ہماری نگرانی کرے گا۔ میں نے پورا منصوبہ بنالیا ہے۔ فی الحال میں اس شخص کا نام نہیں بتانا چاہتا جو ہماری مدد کر رہا ہے یوں سمجھ لو کہ وہ ایک بڑا آدمی ہے۔"

"کیسی احمقانہ بات ہے۔" شہزاد نے کہا۔ "آدمی تو سب ہی بڑے ہوتے ہیں۔ جو بڑے نہیں ہوتے ہیں انہیں بچّہ کہا جاتا ہے۔"

"تمہیں اس کے نام سے کیا لینا ہے۔" شہر یار نے کہا۔ "اس منصوبے کے لئے تمہیں دو سو روپے چاہئیں۔ وہ تمہیں مل جائیں گے۔ آم کھانے سے غرض رکھو۔ پیڑ گننے سے کیا فائدہ۔"

"آم۔!" ضیار نے چونک کر کہا۔ "کہاں ہیں آم۔؟"

"بکواس بند کرو اور میری بات غور سے سنو۔" شہر یار بولا۔ "اب ہم کل شام کو لالو کو یہاں بلائیں گے۔ اس کی کھانے کی دعوت کریں گے۔ کھانا ہم اپنے اپنے گھر سے لے کر آئیں گے۔ اور یہیں پر ہم اسے اپنے جال میں گرفتار کرلیں گے۔"

اس کے بعد شہر یار نے انہیں منصوبے کی تفصیلات بتانی شروع کردیں۔

اگلے روز لالو شام کے ٹھیک سات بجے "ہیڈکوارٹر" پہنچ گیا۔ شہریار نے ہی اسے اس جگہ کا پتہ سمجھایا تھا اور کھانے کی دعوت دی تھی۔ کھانے کا معاملہ ہو اور لالو نہ پہنچے۔ یہ بھلا کیسے ممکن تھا۔

"شاباش بھئی شاباش۔" لالو حیرت سے ان کے "ہیڈکوارٹر" کا معائنہ کرنے کے بعد بولا۔ "یہ جگہ تو تم لوگوں نے خوب بنائی ہے۔ اور یہاں تم نے کھانا کھانے کا بندوبست بھی کر رکھا ہے۔

"شاباش بھئی شاباش۔"

"حق اسکواڈ" کے چاروں لڑکوں نے لالو کو پھانسنے کا پورا پورا بندوبست کر رکھا تھا۔ دری پر دستر خوان بچھا ہوا تھا اور چار ڈشوں میں چار مختلف سالن رکھے ہوئے تھے۔ بیچ میں سلاد کی تین پلیٹیں تھیں۔

لیکن لالو کو یہ معلوم نہیں تھا کہ سلاد کی ایک پلیٹ میں اس کی تباہی کا سامان تھا۔ شہزاد نے، جو الیکٹرانک آلات کا ماہر تھا، ٹماٹر، کھیرے اور پیاز کے ڈھیر میں وہ خفیہ مائیکروفون چھپا رکھا تھا جس سے ساری گفتگو ریکارڈ ہو سکتی تھی۔ کچھ دور ایک کپڑے میں لپٹا ہوا وہ ٹیپ ریکارڈر رکھا تھا جس میں گفتگو ریکارڈ کرنے کے لئے کیسٹ لگا ہوا تھا۔ یہاں کی ساری بات چیت ریکارڈ ہو رہی تھی۔

"سب سے پہلے کام کی بات ہو جائے۔" شہریار نے لالو سے کہا۔ "ہمیں چار جعلی رپورٹ کارڈ چاہئیں۔ تم ایک رپورٹ کارڈ کے پچاس روپے لیتے ہو۔ ٹھیک ہے نا۔؟"

"ہاں۔" لالو کی ساری توجہ لذیذ کھانوں کی طرف تھی۔

"تو یہ لو دو سو روپے۔ پچاس پچاس کے چار نوٹ۔ گن لو۔ پورے ہیں نا۔؟"

لالو نے نوٹ گنے اور بولا۔ "پورے دو سو ہیں۔ رپورٹ کارڈ تمہیں کل اسکول کی چھٹی کے بعد مل جائیں گے۔"

"تو بس۔ کھانا شروع کرو۔" سرفراز بولا۔

لالو بھوکوں کی طرح کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ اس نے چاروں ڈشوں میں سے سالن نکال کر اپنی پلیٹ میں ڈھیر لگا لیا اور ندیدوں کی طرح کھانے لگا۔

چاروں لڑکوں نے بھی اپنی اپنی پلیٹوں میں سالن نکالا اور کھانے لگے۔

"لالو" ضیاء نے کھاتے کھاتے کہا۔ "اب ہمیں کیا دینا ہوگا۔؟"
لالو نے منہ میں اتنا کچھ ٹھونس رکھا تھا کہ کچھ دیر تک وہ جواب ہی نہیں دے سکا۔ نوالہ نگل کر بالآخر اس نے کہا۔ "اب تمہیں دس دس روپے ہر مہینے دینے ہوں گے۔"
"لیکن ہم پچاس پچاس روپے تو دے چکے ہیں۔" شہزاد نے کہا۔
لالو نے بڑے سے نوالے میں گوشت کی دو بوٹیاں لپیٹیں اور بولا۔ "یہ دس روپے تم ہر مہینے دیتے رہو گے تو اس بات کا علم کسی کو نہیں ہوگا۔ تم لوگوں کا یہ راز چھپانے کی قیمت ہے دس روپے۔" یہ کہہ کر اس نے جہازی سائز کا نوالہ منہ میں ٹھونس لیا۔
کچھ دیر تک وہ خاموشی سے کھانا کھاتے رہے۔
پھر شہریار نے کہا۔ "بہت ڈر لگ رہا ہے لالو۔ کہیں کسی کو پتہ نہ چل جائے۔"
لالو ایک ہاتھ سے مونچھوں پر لگ جانے والا سالن صاف کرتے ہوئے ہنسا۔ "بیوقوفو اسکول کے تیس لڑکے مجھ سے رپورٹ کارڈ لے چکے ہیں۔"
"اچھا۔" اسرفراز حیرت سے بولا۔ "کون کون لے چکا ہے رپورٹ کارڈ۔"
لالو نے ایک اور بڑا سا نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "بھئی وہ نویں جماعت کا جاوید ہے نا۔ وہ اور اس کے سات ساتھی رپورٹ کارڈ لے چکے ہیں۔ آٹھویں جماعت کا سہیل اور اس کے گیارہ دوست بھی لے چکے ہیں۔ اور دسویں جماعت کا افتخار اور اس کے نو ساتھی رپورٹ کارڈ لے جا چکے ہیں۔ آج تک کسی کو پتہ نہیں چلا۔"
شہریار، سرفراز، ضیاء اور شہزاد۔ چاروں مسکرانے لگے۔ لالو نے تمام مجرموں کے نام بتا دیئے تھے۔ اور ساری گفتگو ٹیپ ریکارڈر میں محفوظ ہو چکی تھی۔
"یہ سلاد تو تم نے لی ہی نہیں۔" سرفراز نے پلیٹ کی طرف اشارہ کرکے کہا۔
لالو نے کھیرے کے دو ٹکڑے اور ٹماٹر کا ایک ٹکڑا اٹھا کر منہ میں ڈال لیا۔ اس کے بعد اس نے کٹی ہوئی پیاز اٹھائی۔ اسی وقت اس کا ہاتھ پلیٹ میں کسی سخت چیز سے ٹکرایا۔ مائیکروفون کا اوپری حصہ نظر آرہا تھا۔
"یہ کیا ہے۔؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔
"یہ کھیرا ہے۔" شہریار نے کہا۔ "ذرا سخت ہو گیا ہے اور رنگ کالا پڑ گیا ہے۔"

" کیڑا تو نہیں ہے یہ۔۔" لالو نے بے یقینی سے کہا اور مائیکرو فون کو اٹھانے کی کوشش کی۔ مائیکرو فون کے ساتھ ہی وہ تار بھی سامنے آگیا جو کچھ دور رکھے ہوئے ٹیپ ریکارڈر سے منسلک تھا۔

" ہائیں۔۔" شہزاد بولا۔" یہ کیڑا تو نہیں لگتا۔ یہ تو مائیکرو فون لگتا ہے۔!"

" اسے چبا کر دیکھ لو۔" ضیار نے کہا۔" ہو سکتا ہے یہ کیڑا ہی ہو۔"

" اوئے۔ یہ کیا چکر ہے۔۔؟" لالو نے چونک کر کہا۔" یہ مائیکرو فون یہاں کیوں رکھا ہے۔؟" شہریار نے دور رکھی ہوئی پوٹلی کھولی اور ٹیپ ریکارڈر بند کر کے اس میں سے کیسٹ نکال لیا۔

لالو اچھل کر کھڑا ہو گیا۔" اوئے بدمعاشو۔ تم نے میری باتیں ریکارڈ کی ہیں۔ میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں۔۔" اس نے اچانک شہریار پر چھلانگ لگادی جو کیسٹ لئے کھڑا تھا۔

شہریار ایک قدم پیچھے ہٹا۔ کراٹے کے مخصوص انداز میں اس نے لات گھمائی۔ کک لالو کے منہ پر پڑی اور وہ الٹ کر پیچھے سالن کی ڈش پر جاگرا۔ اس کے بالوں سے اب شوربا ٹپک رہا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ سیدھا سادا سا لڑکا ایسی لات رسید کرے گا۔

وہ اٹھا اور اٹھتے اٹھتے اس نے ایک پلیٹ اٹھا کر سامنے کھڑے لڑکوں پر دے ماری۔ اس کا نشانہ خطا گیا اور پلیٹ دیوار سے ٹکرا کر ایک چھناکے سے ٹوٹ گئی۔

" تمہیں کیا ہو گیا ہے لالو۔؟" سرفراز نے مسکرا کر اس سے پوچھا۔

" میں تجھے بتاتا ہوں شیطان۔" لالو نے دانت پیس کر کہا اور اچھل کر سرفراز پر جاگرا۔ لیکن اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ سرفراز ہر روز باڈی بلڈنگ کی پریکٹس کرتا ہے۔ اس نے جھک کر لالو کے بدن کو کندھے پر اٹھایا اور ایک جھٹکے سے اچھال دیا۔ لالو کسی اسپرنگ کی طرح اچھلا اور دیوار سے جا ٹکرایا۔ اس چوٹ کے بعد اس میں اٹھنے کی ہمت نہیں رہی تھی۔ شہریار کی کک کی وجہ سے اس کے منہ سے خون نکلنے لگا تھا۔

" تمہارا کھیل ختم ہو گیا ہے لالو۔" شہزاد نے کہا۔" ہم نے سب کچھ ریکارڈ کر لیا ہے۔" اپنی پوری ہمت جمع کر کے لالو پھر اٹھا اور اس نے شہریار کو پکڑنے کی کوشش کی جس کے ہاتھ میں کیسٹ تھا۔ شہریار نے وہ کیسٹ ضیار کی طرف اچھال دیا۔ ضیار تیز دوڑتے

کا ماہر تھا- لالو اس کے پیچھے بھاگا لیکن ضیار کو اس چھوٹے سے غار میں پکڑنا اس کے لئے ناممکن تھا- وہ پیچھے پیچھے ہانپتا ہوا بھاگ رہا تھا اور آگے ضیار قہقہے لگاتا دوڑ رہا تھا- غار میں کئی چکر لگانے کے بعد لالو بے دم ہو کر گر پڑا-

اسی وقت باہر سے قدموں کی آواز آئی-

اور کچھ دیر کے بعد "ہیڈکوارٹر" میں موجود سب لوگوں کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں-

ان کے سامنے اسکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب کھڑے تھے-

"ہیڈ ماسٹر صاحب" سرفراز نے حیرت سے کہا- "آپ-؟ یہاں-؟"

ہیڈ ماسٹر صاحب مسکرائے- "ہاں بچو- شہریار نے مجھے بلایا تھا اس لئے مجھے آنا پڑا"

"شہریار نے-؟" شہزاد نے حیرت سے شہریار کی طرف دیکھا جو مسکرا رہا تھا-

"تم لوگوں کو یاد ہوگا" شہریار نے کہا- "کہ میں نے بتایا تھا کہ کوئی شخص ہماری مدد کر رہا ہے وہ دو سو روپے ہیڈ ماسٹر صاحب نے ہی دیئے تھے- ان کی مہربانی سے ہی آج ہم اس سازش کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں جو ہمارے اسکول کے بچوں کو تباہ کرنے کے لئے لالو نے تیار کی تھی"

"میں بے قصور ہوں ہیڈ ماسٹر صاحب" فرش پر پڑے ہوئے لالو نے چلا کر کہا-

"یہ بالکل بے قصور ہے ہیڈ ماسٹر صاحب-" شہریار نے کہا- "اس کا ثبوت اس کیسٹ میں ہے- اور ان پچاس پچاس کے چار نوٹوں میں ہے جو اس کی جیب میں موجود ہیں اور جن پر آپ کے دستخط ہیں"

لالو کی حالت ایسی ہوگئی جیسے وہ کچھ دیر میں بے ہوش ہو جائے گا-

"ہیڈ ماسٹر صاحب" ضیا نے کہا- "اس نے ان تمام لڑکوں کے بھی نام بتا دیئے ہیں جو اس سے رپورٹ کارڈ لے جا چکے تھے- ساری گفتگو اس کیسٹ میں موجود ہے"

اس نے وہ کیسٹ ہیڈ ماسٹر صاحب کے حوالے کر دیا-

"میں تم لوگوں کا شکر گزار ہوں" ہیڈ ماسٹر صاحب نے کہا- "یہ ایک بڑا کارنامہ تھا جو تم لوگوں نے انجام دیا"

شہریار نے اپنے تینوں ساتھیوں کی طرف دیکھا اور بولا۔ "یہ ہمارا کارنامہ نہیں ہے سر۔ یہ تو "حق اسکواڈ" کا کارنامہ ہے۔ یہ ہماری چھوٹی سی تنظیم ہے جو برائی کا خاتمہ کرتی ہے۔"

سرفراز بولا۔ "سر۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہم ایک نعرہ لگائیں۔"

"ہاں۔ ہاں۔" ہیڈ ماسٹر صاحب مسکرائے۔

"حق اسکواڈ۔" شہریار نے چلّا کر کہا۔

"زندہ باد۔" سب نے نعرہ لگایا۔

ہیڈ ماسٹر صاحب نے شہریار سے کہا۔ "بھئی۔ میں چاہتا ہوں کہ تم یہ نعرہ ایک بار پھر لگاؤ۔"

شہریار نے حیرت سے انہیں دیکھا اور پھر چلّا کر کہا۔ "حق اسکواڈ۔"

"زندہ باد۔" سب نے پھر نعرہ لگایا۔

لیکن اس مرتبہ ان کے نعرے میں ہیڈ ماسٹر صاحب کی آواز بھی شامل تھی۔

دانتوں کی صحت و حفاظت کے لئے نمایاں پیش رفت

ٹرانسپیرنٹ

نیا میکلینس جل

کیلشیم اور فلورائیڈ کے ساتھ، دانتوں کی مؤثر ترین حفاظت
اب بے حد مزیدار نیلے جل میں

ٹرانسپیرنٹ نیا میکلینس جل لیجئے
خوشبو مزہ نیلا جل آپ کے دانتوں کو زیادہ
چمک سانس کو زیادہ تازگی دیتا ہے اور

اور اس کے ساتھ میکلینس کیلشیم اور فلورائیڈ
کا خصوصی فارمولا دانتوں کو مؤثر اور
یقینی حفاظت دیتا ہے۔
آج ہی لیجئے ۔ آپ ہمیشہ یہی استعمال کریں گے

ٹرانسپیرنٹ
نیا میکلینس جل
دانتوں کے لئے نیا میکلینس کی مؤثر ترین حفاظت
اب بیحد مزیدار نیلے جل میں۔

سرسیّد احمد خان

انور سعد

۱۷ اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ بچپن سے ہی بڑے ذہین تھے۔ آپ کو مطالعہ کا بے انتہا شوق تھا۔ جب بڑے ہوئے تو اپنی قوم کا حال دیکھ کر بہت رنج ہوا۔ مسلمان انگریزوں کی غلامی میں آچکے تھے۔ ۱۸۵۷ء تک پورے ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے بیٹوں کی بھی گردن اڑا دی گئی۔ سرسیّد روتے تھے لیکن کوئی تدبیر نظر نہ آتی۔ انہوں نے سوچا اب رونے دھونے سے فائدہ کیا۔ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔ ان کے ذہن میں خیال آیا کہ انگریزوں نے جس علم، سائنس، ٹکنالوجی اور ہنر کو اپنا کر ہمیں غلام بنایا ہے ہمیں ان کا علم بھی ضرور ہونا چاہیے۔ اس کے بعد ہی انگریزوں سے مقابلہ ممکن ہوگا۔ دھن کے پکّے اور عزم کے جوان تھے۔ بس جم گئے اپنی بات پر۔ قوم نے مخالفت کی۔ کوئی کافر کہے۔ کوئی دیوانہ تو کوئی مجنوں لیکن سرسیّد رُکنے والے کہاں تھے۔ شہر شہر، قریہ قریہ، گاؤں گاؤں جاتے۔ مسلمانوں کو یہی بات بتاتے۔ فیصلہ کیا کہ وہ پہلے خود علی گڑھ میں ایک کالج کی بنیاد ڈالیں گے۔ مسلمانوں سے چندہ لینے نکلے مسلمان انہیں چندہ بھی نہ دیتے۔ نوابوں، رئیسوں، دوست احباب سب کی منّت سماجت کرتے۔ چندہ نہ ملتا تو کہتے کہ بھیک ہی دے دو۔ ایک ایک پیسہ جوڑا۔ خود ہی کالج کا نقشہ بنایا۔

سرسیّد نے ایک نمونہ بنا کر کھڑا کر دیا۔ مسلم نوجوان بڑی مشکل سے کالج میں پڑھنے آتے۔ سرسیّد احمد خان ان کی بھی خوشامد کرتے۔ سرسیّد کے کالج میں دینی تعلیم بھی تھی اور جدید علوم بھی۔ روزہ، نماز تو سب کے لئے انتہائی ضروری تھا۔ اگر کوئی نہ کرتا تو اسے کالج سے ہی نکال دیا جاتا۔ طلبا میں زبردست ڈسپلین تھا۔

سر سید احمد خان نے کہا کہ "بچے ایسی تعلیم حاصل کریں کہ ان کے دائیں ہاتھ میں حکمت و فلسفہ، بائیں ہاتھ میں سائنس کے تکنیکی علوم اور سر پر لاالہ لااللہ محمد رسول اللہ کا تاج ہو"۔ کتنا خوبصورت خواب تھا سر سید کا۔ اور کیا نرالا انداز تھا۔

سر سید کے دشمن مات کھا گئے۔ سر سید جیت گئے۔ مسلمانوں نے جان لیا کہ اب منہ چڑانے سر چھپانے اور ہائے ہائے کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ سر سید ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ علم و ہنر کے ہتھیار چھوڑ دینے کے بعد ہم نہتے ہیں۔ علی گڑھ کے طلباء پورے ہندوستان میں پھیل گئے۔ انقلاب آگیا، رویہ اور انداز بدل گئے۔ اور ایک وقت آیا کہ مسلمانوں نے انگریزوں کے چھکے چھڑا دیئے۔

سر سید نے اپنے ایک ایک طالب علم کو جو لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا تاج پہنایا تھا۔ آج پورے ایک ملک، ایک ریاست اور ایک قوم کا تاج بن گیا ہے جس کا نام ہے 'پاکستان' دیکھا آپ نے ساتھیو۔ سر سید کتنے ذہین، کتنے عقلمند اور کتنے دور اندیش تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے، ان کی لحد کو نور سے بھر دے اور آخرت میں انہیں اس عظیم کارنامے پر اجرِ عظیم دے۔ (آمین)

آئیے بنیں "آرٹسٹ"

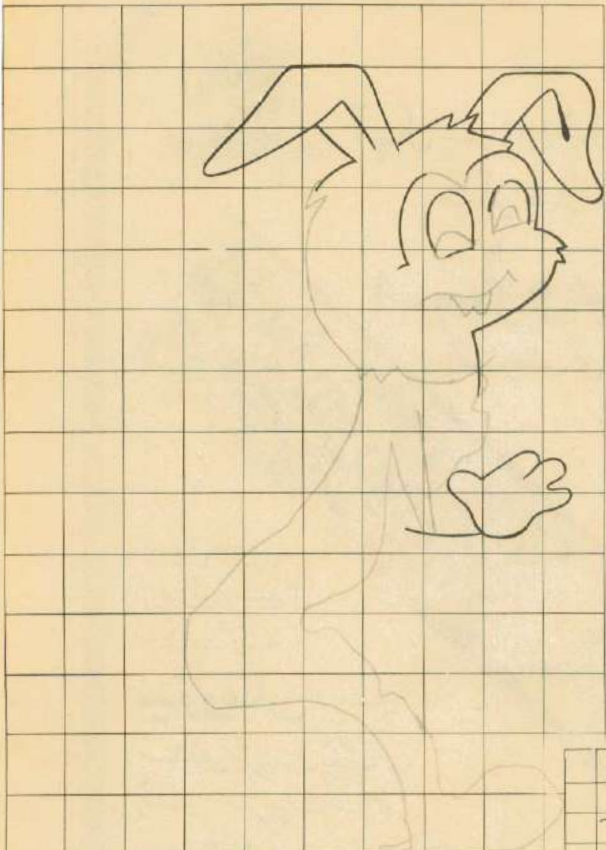

چھوٹے خانے میں دی ہوئی تصویر کو لائینوں کی مدد سے بڑے خانے میں مکمل کریں... اچھا آرٹسٹ بننا ہے تو نفاست کا خیال رکھنا ہوگا۔

آپ کی پسندیدہ اور مقبول ترین
بِلّی مارکہ

میٹرو مِلن
اگربتّی

بھینی بھینی
اور مسحور کُن خوشبو والی
بِلّی مارکہ
میٹرو مِلن اگربتّی
سیلوفین ایئر ٹائٹ پیکنگ میں
ٹیئر اِسٹریپ کے ساتھ

تمام ممتاز ڈیلروں سے دستیاب ہے۔

تیار کردہ:
میٹرو اگربتّی کمپنی پوسٹ بکس نمبر ۴۸۸ کراچی
فون: ۲۹۲۷۳۷ - ۲۹۰۸۷۷ - ٹیلیکس: ۲۳۴۳۴ میٹرو پی کے

مدیر محترم السلام علیکم

امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔

کل ایک کتابوں کی دکان سے آپ کا پرچہ دیکھا۔ گیٹ اپ اور اسٹائل کے اعتبار سے منفرد ہے گویا اس میں آپ کا رنگ جھلکتا ہے۔ یقیناً کچھ کاروباری اور انتظامی مجبوریاں بھی ہونگی مگر امید ہے کہ اس سے رسالہ کے معیار میں کوئی فرق نہیں آنے پائے گا۔

بچوّں کا رسالہ ترتیب دینا کسی بھی لحاظ سے بچوّں کا کھیل نہیں لہٰذا آپ کے لئے یہ ایک چیلنج سے کم نہیں۔

فقط

ایاز محمود

والٹن لاہور

سَچ کا بول

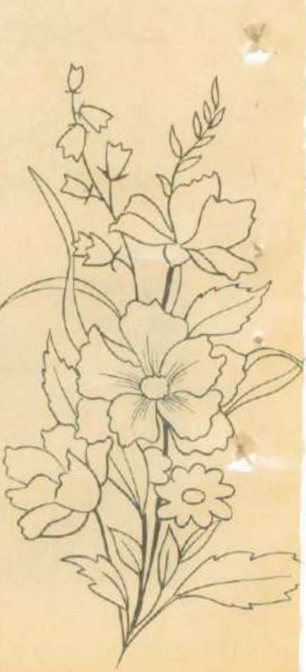

دیانت کا رستہ اگر ہو قبول — تو اپنا لو سچائیوں کے اصول
ہر اک حال میں سچ کہو سچ سنو — یونہی سچ کے رستے پہ آگے بڑھو
جو اظہار سے سچ کے مجبور ہے — حقیقت میں خوشیوں سے وہ دور ہے
نہیں اس کی دنیا میں عزت کوئی — نہیں اس کے حصے میں چاہت کوئی
ہے نزدیک اس کے نہ کوئی معیار — نہیں اس کا قائم کہیں اعتبار
اجالا ہے سچ اور اندھیرا ہے جھوٹ — ہے سچ راہبر اور لیٹرا ہے جھوٹ
جو سچے ہیں پاتے ہیں سچی خوشی — کہ ان کے مقدر میں ہے روشنی
فقط سچ کے رستے میں چلتے ہیں وہ — اندھیروں سے بچ کے نکلتے ہیں وہ
غلط کام دنیا میں کرتے نہیں — جو سچ بولتے ہیں وہ ڈرتے نہیں
اگر چاہتے ہو رہو باوقار — تو اپنا لو سچا سنہرا معیار
اگر راہ مشکل بھی آئے کوئی — نہ چھوٹے مگر سچ کا دامن کبھی
نہیں اس کی قیمت نہیں اس کا مول — خدا کو پسند ہے جو ہے سچے کا بول

ہمت کا پیکر

غازیہ مختار

بچو! آج ہم آپ کو ایک ایسے ساتھی سے ملواتے ہیں جو بظاہر ہم جیسا ہوتے ہوئے بھی ہم جیسا نہیں ہے۔ یہ حوصلہ مند لڑکا ہم سب کے لئے عزم و حوصلے کا پیام بر ہے۔ ہمارے اس دوست کا نام عبدالکریم ہے۔

۱۵ دسمبر ۱۹۶۸ء کو ملک کے معروف ادارے مارننگ نیوز پریس کے ایک کارکن چاند محمد کے گھر ایک ایسے بچے نے جنم لیا جس کے دونوں بازو نہیں تھے۔

دو تندرست و توانا بچوں کے بعد اس تیسرے مگر معذور بچے کی پیدائش نے ماں کی آنکھوں میں آنسوؤں کی لڑیاں پرو دیں اور سارے گھر پر دکھ اور سوگ طاری ہوگیا۔ مگر جب چاند محمد اپنے کام سے واپس گھر آیا تو بچے کو دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا۔ اپنی بیوی کے آنسو پونچھتے ہوئے اسے دلاسا دیا اور اُس کا حوصلہ بڑھایا۔

چاند محمد اور اس کی بیوی نے بچے کا نام عبدالکریم رکھا اور دونوں میاں بیوی اللہ کے دیئے ہوئے اس عطیہ کی دیکھ بھال میں خصوصی توجہ دینے لگے۔ دونوں بڑے بھائی بھی اس کام میں والدین کا برابر ہاتھ بٹاتے۔

جب ننھے عَبدُالکریم کی عمر کوئی سال بھر کی ہوئی اور یہ کھلونوں سے کھیلنے کے قابل ہوا توماں باپ نے اسے اس عمر میں کھلونے پکڑنے کے لئے دونوں پیروں کا استعمال سکھانا شروع کردیا۔
جب عبدالکریم ماں کے دودھ کے بجائے کچھ اور کھانے پینے کے قابل ہوا تو وہ اپنے پیروں سے اس طرح آسانی سے کھاتا پیتا تھا جیسے ہم لوگ اپنے ہاتھوں سے کھاتے ہیں جب عمر کچھ پڑھنے لکھنے کی ہوئی تو چاند محمد بیٹے کو اسکول داخل کرانے لے گیا۔

عبدالکریم اس کے والدین کی لگن اور حوصلے کو دیکھتے ہوئے اسکول میں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور ماسٹر صاحبان نے بڑی محنت اور محبت سے عبدالکریم کو پڑھانا شروع کر دیا۔
عبدالکریم اپنے دونوں بڑے بھائیوں کے ساتھ اسکول جاتا اور واپسی پر ماں اور دونوں بھائی اس کا خوب خوب حوصلہ بڑھاتے۔ باپ کو جتنا بھی وقت ملتا وہ اپنے بچے کی تربیت پر صرف کرتا۔
پانچویں جماعت بخیر وخوبی پاس کر لینے پر جب عبدالکریم کو "کوتوال بلڈنگ سیکنڈری اسکول" میں داخل کر دیا گیا اس وقت وہ اپنے تمام کام مثلاً بستے میں کتابیں رکھنا، نہانا، کپڑے بدلنا، کھانا کھانا اور بہت سے وہ کام جو اس عمر کا کوئی بھی بچہ کر سکتا ہے اپنے دونوں ہاتھ نہ ہونے کے باوجود اپنے دونوں پیروں سے کر لیا کرتا تھا۔ بلکہ پیروں سے لکھی ہوئی اس کی تحریر تو بہت سے ہاتھ رکھنے والوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ خوش خط تھی۔
کوتوال بلڈنگ اسکول سے آٹھویں جماعت پاس کی تو ان ہی دنوں عبدالکریم کے والد چاند محمد نے اپنی رنچھوڑ لائن کی سکونت چھوڑ دی اور اورنگی ٹاؤن میں اپنا مکان بنا کر رہنے لگے۔ اور اس طرح عبدالکریم کو "فاران ہائی اسکول اورنگی ٹاؤن" میں داخل کرا دیا گیا جہاں سے عبدالکریم نے سائنس میں میٹرک پاس کیا۔
۱۹۸۳ء میں جب عبدالکریم کراچی بورڈ سے نویں کا امتحان دے رہا تھا تب جرأت وعزم کے پیکر عبدالکریم کا ذکر پہلی بار ملکی اخبارات میں تصویروں کے ساتھ شائع ہوا تو صدر پاکستان کو بھی ایسے باہمت بچے سے ملاقات کا اشتیاق ہوا اور صدر مملکت نے اپنے دورۂ کراچی کے دوران عبدالکریم کو بلوایا اور اس سے مل کر بے حد خوش ہوئے اس کی جرأت اور ثابت قدمی پر اسے بڑی شاباشی دی اور اسکول کے اساتذہ کی حوصلہ افزائی کی۔ عبدالکریم کو بہتر تربیت مہیا کرنے کے لئے اسکول میں سائنس

لیبارٹری بھی بنوا کر دی اور جس رقبہ پر اسکول کی عمارت بنی ہوئی تھی اس زمین کے پچاسی ہزار روپے ادا کئے۔ صدر پاکستان نے عبدالکریم کو معذوری کے باوجود ایک باعزت اور کارآمد پاکستانی شہری بننے کی بھرپور کوشش کرنے کے انعام میں ایک کمرشل پلاٹ دینے کے احکام صادر کئے۔ جو انشاءاللہ اسے جلد ہی کے ڈی اے کی طرف سے جاری ہونے والی کسی اسکیم میں الاٹ کر دیا جائے گا۔

۱۹۸۳ء میں "ناروے" (شمالی یورپ کا ایک ملک) میں معذوروں کی ایک کانفرنس ہوئی تھی۔ جس میں دنیا کے سولہ ممالک کے جرأت مند معذور بچوں کو شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ اس کانفرنس میں پاکستان کی نمائندگی کے لئے "ہلال احمر پاکستان" نے عبدالکریم کو بھیجا۔ آپ سب یہ سُن کر یقیناً خوشی اور فخر محسوس کریں گے کہ عبدالکریم نے دنیا کے تمام معذور بچوں میں اوّل پوزیشن حاصل کر کے پاکستان کا نام روشن کیا۔

عبدالکریم کو یہ پوزیشن اس بنیاد پر ملی تھی کہ وہ اپنے دونوں پاؤں کے ذریعہ ہر کام لوگوں کی طرح بڑی آسانی اور مہارت سے کر لیتا تھا۔ بلکہ بہت سے کام تو وہ نارمل لوگوں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ مہارت سے کر لیتا۔ مثلاً سوئی میں دھاگہ پرونا۔ بٹن ٹانکنا کپڑے پہننا۔ اپنے کپڑے دھونا اور انہیں استری کرنا۔ وغیرہ۔

عبدالکریم نہ صرف محنت اور لگن سے تعلیم حاصل کرتا ہے بلکہ آپ سب کی طرح کھیل کود میں بھی بھرپور حصہ لیتا ہے۔ آپ یہ جان کر حیران ہوں گے کہ عبدالکریم "اورنگی پرنس فٹبال ٹیم" کا بہترین رائٹ آؤٹ کھلاڑی رہ چکا ہے۔

عبدالکریم نے کبھی اپنے رب سے اپنی معذوری کا شکوہ نہیں کیا بلکہ ہمیشہ اپنے رب کا شکر ادا کرتا رہا ہے کہ اُس نے باقی جسم تو اُسے عطا کیا اور یہ کہ اُسے انسان بنایا عقل اور فہم عطا کی۔ اپنے دونوں بازوؤں کے نہ ہوتے ہوئے بھی اسے بچپن ہی سے فنی تعلیم حاصل کرنے کا شوق تھا اور خصوصاً تعمیراتی انجنیئرنگ کے شعبے میں ملک کی خدمت کا خواہش مند تھا۔ لہٰذا میٹرک پاس کر لینے کے بعد اس نے کسی پولی ٹیکنک انسٹی ٹیوٹ سے سول میں ڈپلومہ کرنا چاہا مگر بدقسمتی سے اسے داخلہ نہ مل سکا تو پہلی بار اسے اپنے بازوؤں کی محرومی کا شدت سے احساس ہوا۔ چونکہ بچپن سے ہی اس کے حوصلے اور عزم ہمیشہ بلند رہے تھے لہٰذا اب بھی اس نے حوصلہ نہ ہارا اور عبدالکریم اپنے شوق کی تکمیل کے لئے نارتھ ناظم آباد میں واقع سندھ کی معروف فنی درس گاہ "ٹی۔ ٹی۔ سی" (ٹیکنیکل ٹریننگ سینٹر) جا پہنچا۔

ٹیسٹ کے دن "ٹی . ٹی سی" کے پرنسپل سمیت تمام اساتذہ اس لڑکے کو دیکھ کر حیران رہ گئے جو دونوں ہاتھوں کے نہ ہوتے ہوئے بھی "سول ڈرافٹنگ" میں داخلے کا خواہش مند تھا۔

اس پرعزم لڑکے کے مضبوط ارادوں کو دیکھتے ہوئے پرنسپل اس کے داخلہ کے لئے دیگر اساتذہ سے مشورہ کرنے پر مجبور ہو گئے۔ کئی طرح سے عبدالکریم کے ٹیسٹ لئے گئے اور آخر یہ طے پایا کہ اس معذور نوجوان پر خصوصی توجہ اور محنت کے ذریعہ اسے ملک کا ایک باعزت اور کارآمد شہری بنانے کے عزم کو پورا کیا جائے۔

جس دن "ٹی . ٹی . سی" میں عبدالکریم کا داخلہ ہوا۔ عبدالکریم بے حد خوش تھا۔ اس کا سرِ فخر سے بلند تھا۔ اور کیوں نہ ہوتا۔ سنہ ۱۹۸۳ء میں اُس نے سولہ ملکوں کے معذوروں پر اپنی برتری منوائی

تھی اور آج سینکڑوں عام لڑکوں پر بھی اپنی برتری ثابت کر دی تھی۔

"ٹی، ٹی، سی" میں اب تک عبدالکریم اپنا فرسٹ ایئر کا کورس دوسرے لڑکوں کے ساتھ تین چوتھائی مکمل کر چکا ہے اور اس کا شمار اپنی کلاس کے محنتی اور ذہین لڑکوں میں ہوتا ہے۔

عبدالکریم نے اپنی تربیت کے دوران اب تک جو پریکٹیکل کئے ہیں اگر آپ لوگ دیکھ لیں تو حیران رہ جائیں گے۔ ہر وہ شخص جو عبدالکریم کی صلاحیتوں سے واقف نہیں ہے وہ اس کے بنائے ہوئے عمارتوں کے پیچیدہ نقشوں کو پیروں سے بنا ہوا ماننے کو تیار نہ ہوگا۔

"ٹی، ٹی، سی" کے پرنسپل اس بچّے کو داخلہ دینے کے اپنے فیصلے پر مطمئن ہیں کہ انہوں نے ایک باصلاحیت نوجوان کو دیگر اداروں کی طرح محض اس لئے مسترد نہیں کیا کہ وہ دونوں ہاتھوں سے معذور ہے۔

اب آپ وہ پیغام بھی سُن لیں جو عبدالکریم ہمارے توسط سے آپ سب تک پہنچانا چاہتا ہے۔

"کسی بھی شخص کو کبھی اپنی خوبصورتی اور تندرستی پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ اپنے رب کا شکر ادا کرنا چاہیئے جس نے انہیں اتنا پیارا اور مکمل بنایا ہے۔ اور جو بچّے نارمل نہیں ان کو خود کو کمتر نہیں جاننا چاہیئے کیونکہ اُن کی معذوری میں اُن کا کوئی قصور نہیں ہے"۔ "یہ تو اللہ کی مرضی ہے جسے جیسا چاہے بنا دے۔" "کسی معذور سے ملاقات ہو تو اس کی حوصلہ افزائی اور مدد کرنا چاہیئے"۔

"اللہ چاہے تو کسی کو معذور پیدا کر دے اور چاہے تو اچھے بھلے کو کسی بھی وقت معذور کر دے۔ لہٰذا کبھی بھی کسی معذور کا مذاق اڑا کر اور اُس پر آوازیں کس کر اس کا دل نہ دکھانا چاہیئے کیوں کہ اللہ کو دل آزاری کرنے والے بالکل پسند نہیں"۔

"معذور بچّوں کو بھی چاہیئے کہ وہ خود کو دوسروں سے کمتر نہ سمجھیں۔ لوگوں کی باتیں سُن کر حوصلہ نہ ہاریں اور کبھی بھی بغیر ضرورت کسی کی مدد لینے کی کوشش نہ کریں بلکہ خود اتنی صلاحیتیں پیدا کریں کہ دوسروں کی مدد کر سکیں۔ جفاکشی اور حوصلہ مندی کو اپنا شعار بنالیں تاکہ وہ بھی نارمل بچّوں ہی کی طرح باعزت شہری بن سکیں"۔ عبدالکریم کا کہنا ہے کہ جو بچہ بھی محنت اور پڑھائی سے جی چراتا ہے وہی اصل معذور ہے بلکہ کسی معذور سے بھی بدتر ہے۔ اور معذور ہوتے ہوئے بھی جی جان سے اپنی تعلیم حاصل کرنے والا بچہ حقیقتاً معذور نہیں"۔ "معذور وہ ہے جو خود پر معذوری کو مسلّط کر لے اور جو اپنے عزم سے معذوری پر حاوی ہو جائے وہ معذور نہیں رہتا"۔ سچی بات یہ ہے کہ حوصلہ مند انسانوں کے نزدیک معذوری کا معیار یہی کچھ ہوتا ہے۔

قائدِ ملت سے شہیدِ ملت تک

رشید احمد اعوان کنری

یکم اکتوبر کو ہم ہر سال قومی سطح پر ایک عظیم شخصیت کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ جس نے ۲۵ برس قبل وطن عزیز کے ایک حصے سے یہ پیغام اس دھرتی کے لوگوں کو دیا تھا کہ قائدِ اعظم کے پاکستان کی ہمیشہ حفاظت کرنا۔ ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۱ کو راولپنڈی کے لیاقت باغ میں عوام کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ یہ عوام گرد و نواح سے اپنے قائد کے افکار و خیالات سے مستفید ہونے آئے تھے۔ وہ شخص جو راولپنڈی کے ڈپٹی کمشنر کے بنگلے سے اپنے عوام سے مخاطب ہونے کے لئے قائدِ ملت کی صورت میں آیا شام تک شہیدِ ملت کا روپ دھار چکا تھا۔ یہ جلیل القدر ہستی اسلامی جمہوریہ پاکستان کے پہلے وزیرِ اعظم خان لیاقت علی خان کی تھی جب آپ جلسہ گاہ میں پہنچے تو جلسے کی کاروائی کا آغاز خداوند کریم و برتر کے پاک نام سے کیا گیا۔ تلاوت کے بعد قائدِ ملت کو سپاسنامہ پیش کیا گیا سپاسنامے کے بعد قائدِ ملت خان لیاقت علی خان ہزاروں تالیوں کی گونج میں اسٹیج پر نمودار ہوئے اور ابھی عزیزانِ ملت کے الفاظ ہی کہے تھے کہ ایک جانب سے پستول کی گولیاں فرشتہ اجل کی صورت میں نازل ہوئیں اور قائدِ ملت شدید زخمی ہو گئے انہیں ایمبولینس کے ذریعے سی ایم ایچ ہسپتال پہنچایا گیا مگر وہ راستے ہی میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے انا للہ وانا الیہ راجعون!

لیاقت علی خان یکم اکتوبر ۱۸۹۵ء میں پنجاب کے شہر کرنال میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد نے ۵۰۰ برس قبل ایران سے ہجرت کی تھی آپ کا شجرہ نسب نوشیرواں عادل سے ملتا ہے آپ نے ۱۹۱۸ء میں بی اے پاس کر کے ۱۹۱۹ء میں بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔ سیاسی زندگی کا آغاز ۱۹۲۰ء میں اس وقت کیا جب آپ آکسفورڈ یونیورسٹی میں ایم اے کے طالب علم تھے اور آپ کا شمار وہاں کے ممتاز طالبعلموں میں ہوتا تھا۔

۱۹۲۱ء میں وطن واپسی پر ملکی حالات کا سنجیدگی سے جائزہ لیا اور ۱۹۲۳ء میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر لی۔ ۱۹۳۶ء میں یو۔پی۔اسمبلی کے رکن بنے اس کے بعد قیام پاکستان مرکزی اسمبلی کے رکن اور مسلم لیگ کے سیکرٹری کی حیثیت سے کام کیا۔ ۱۹۴۶ء میں ایک عظیم کارنامے کی وجہ سے آپ کی شہرت میں اضافہ ہوا اور مسلم لیگ کا وقار مستحکم ہو گیا لارڈ ویول کی سرکردگی میں قائم مسلم لیگ کانگریس مخلوط حکومت تھی لیاقت علی خان اس کابینہ کے وزیر خزانہ تھے جب آپ نے پہلا مرکزی بجٹ پیش کیا تو ہر طبقۂ فکر نے اس بجٹ کا خیرمقدم کرتے ہوئے اسے غریب آدمی کا بجٹ قرار دیا۔اس واقعہ نے انگریزوں کے ذہنوں میں یہ بات نقش کر دی کہ مسلمان بھی قابلیت کے لحاظ سے ہندوؤں سے کم نہیں۔

جب ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشہ پر ایک نئی مملکت نے جنم لیا تو آپ کو وزارتِ عظمٰی کے علاوہ امور خارجہ اور دفاع کے وزارتوں کا انچارج بنایا گیا وزارتِ خارجہ اور وزارتِ دفاع آخری دم تک آپ کے پاس رہی۔

بانیٔ پاکستان حضرت قائد اعظم محمد علی جناح کا انتقال ہوا تو مسلم لیگ کی صدارت چوہدری خلیق الزماں کو سونپ دی گئی لیکن انہوں نے مسلم لیگ کی صدارت سے استعفٰی دے دیا تو مسلم لیگ کی صدارت کا بارِ گراں بھی لیاقت علی خان کے کندھوں پر آ پڑا۔ ۱۹۵۰ء میں امریکہ کے دورے کی دعوت ملی جسے قبول کرتے ہوئے قائد ملت لیاقت علی خان نے امریکہ کا دورہ کیا قائد اعظم، لیاقت علی خاں کو پسند کرتے تھے انہوں نے ۲۶ دسمبر ۱۹۴۳ء کو ایک جلسۂ عام میں کہا۔

" لیاقت علی میرے دستِ راست ہیں
وہ شب و روز کام اور خدمت کرتے ہیں "

قائد ملت لیاقت علی خان کا " مکا " خاص طور پر مشہور ہے ایک مرتبہ انہوں نے ایک جلسۂ عام میں ایک بڑے مجمع کے سامنے اپنا مکا بلند کیا لوگوں نے چاروں طرف پُرجوش نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ مگر آپ نے اپنے مکے کی تشریح اس طرح کی جب تک کوئی قوم منتشر ہے وہ کمزور سمجھی جائے گی جیسے ہاتھ کی پانچ انگلیاں الگ الگ نظر آتی ہیں۔ لیکن جب وہ متحد ہو جاتی ہیں تو ایک زبردست اور طاقتور مکا بن جاتا ہے۔

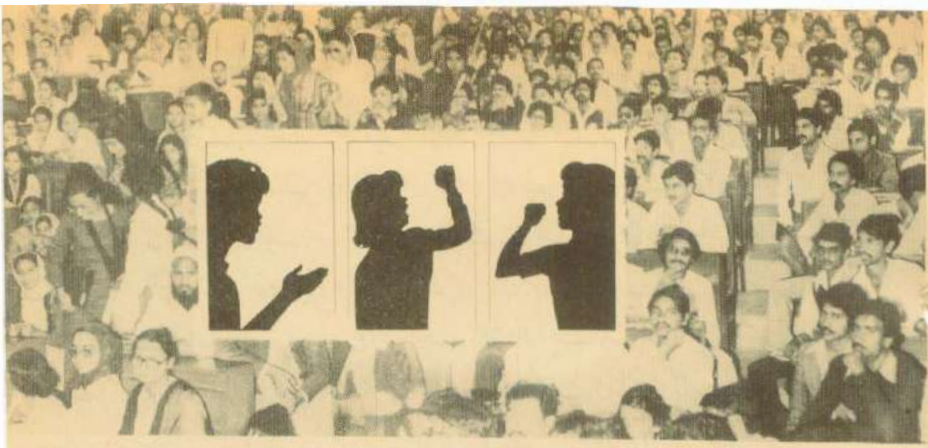

محمد تسلیم مغل

فنِ تقریر

علمی اور تاریخی جائزہ

ایک فرد ایک وقت میں اگر کسی ایک فرد سے گفتگو کر رہا ہے تو صحافت کی زبان میں یہ عمل ابلاغ کہلائے گا۔ لیکن اگر ایک فرد ایک وقت میں ایک سے زیادہ لوگوں سے مخاطب ہے تو اُس کا یہ عمل ابلاغ عامہ کہلانے گا۔ ابلاغ عربی کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں "بھیجنا یا پہنچانا" ..... ابلاغ عامہ کی بہترین مثال ایک مقرر ہے جو ایک وقت میں ایک سے زیادہ افراد سے مخاطب ہو کر ان تک اپنا پیغام اِس طرح پہنچاتا ہے کہ سننے والے یہ محسوس کرتے ہیں گویا بولنے والا اپنے دِل کی بات بڑی مہارت سے ہمارے دِلوں میں اتار رہا ہے۔ ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ انسانوں کے اجتماع سے مخاطب ہونے کا نام خطابت ہے۔ اصطلاحاً یہ اُس فن کا نام ہے جس کا مقصد عوام سے خطاب کرنا اور ان کے دل و دماغ میں اپنی بات اُتارنا ہے۔

تو کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ مجمع لگا کر سودا بیچنے والا اور اس مجمع سے خطاب کرنے والا بھی مقرر ہے ..... یا پھر مجمع کے سامنے تماشہ دکھانے والا مداری یا پھر بہت سے لوگوں کو مخاطب کر کے خیرات مانگنے والا فقیر بھی خطیب یا مقرر ہے ..... ؟ نہیں ایسا نہیں ہے ....

ایک بات ذہن میں رکھیئے کہ ہر لفظ کے لغوی اور اصطلاحی معنوں میں فرق ہے لغوی معنی کے اعتبار سے تو شاید سڑک پر سودا بیچنے والا بھی مقرر ہو اور مجمع سے مخاطب ہونے والا شعبدہ گر بھی مگر اپنے اصطلاحی معنوں میں ایک مقرر نہ تو اپنی ذات کے لئے بھیک مانگنے والا ہو سکتا ہے اور نہ ہی تجارت اور نفع کی خاطر لفظ بیچنے والا...... بلکہ سچی بات یہ ہے کہ ایک خطیب یا مقرر تو لفظوں کی حرمت کا پاسدار ہوتا ہے اور اس کی زبان سے نکلنے والا ایک ایک لفظ مفہوم و معنی کے اعتبار سے اہم ہوتا ہے اور اس کی تقریر کا ہر جملہ ایک ایسا مثبت پیغام ہوتا ہے جو ذاتی نفع یا نقصان سے ہٹ کر اجتماعی فلاح و بہبود کے لئے کہا جاتا ہے.... فی زمانہ عوام اور سیاست خطابت کے اصل میدان ہیں جب ہم خطابت کے حوالے سے سیاست کا نام لیتے ہیں تو اس سے مراد سیاست اور مذہب سبھی کچھ ہے۔ خطیب کی خطابت یا مقرر کی تقریر کے پیچھے کاروباری لالچ کے بجائے مطالعے اور فلسفے کی جھلک دکھائی دیتی ہے اور صاف محسوس ہوتا ہے کہ وسیع مطالعے اور مشاہدے کے نتیجے میں اس نے خود جس خیال یا نظریئے کو بہتر جانا ہے اسی نظریئے کو وہ دوسروں کے دل و دماغ میں اتارنے کی کوشش کر رہا ہے۔

خطابت کے تین بنیادی عناصر ہیں (۱) خود مقرر یا پیغام دینے والا (۲) اس کی تقریر یا اس کا پیغام (۳) سامعین و حاضرین یا وہ لوگ جس کو پیغام پہنچانا مقصود ہے

خطابت کی ابتدا کے بارے میں کسی مخصوص زمانے یا وقت کا تعین کرنا مشکل ہے بس یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب بھی انسان نے بولنا شروع کیا یا کسی ایک انسان نے اپنے ساتھیوں کو کوئی اجتماعی پیغام دیا ہوگا وہیں سے ابلاغِ عامہ کا آغاز (تقریر کے ذریعہ) ہوا۔ انسان اور خطابت تقریباً ہم عمر ہیں۔ ان دونوں نے ارتقائی سفر کیا ہے جو صدیوں پر محیط ہے۔ صدیوں کے اس سفر نے خطابت کے حسن کو وقت کے ساتھ ساتھ سنوارا اور نکھارا۔ انسان کے ساتھ ساتھ اس کی زبان نے بھی ترقی کی زبانوں میں نئے نئے اور ایک سے زیادہ مفہوم کے الفاظ داخل ہوئے اور زبانوں نے ایک دوسرے کے اثرات قبول کرنا شروع کئے تو زبانیں امیر ہوتی چلی گئیں۔

زبانیں امیر ہوئیں تو فنِ خطابت کے حسن کو چار چاند لگ گئے اور انسان نے لفظوں کے ذریعہ لوگوں کو اپنا اسیر بنانا شروع کیا.... آج ہم فنِ تقریر کے اس عہد میں زندہ ہیں جہاں اچھا مقرر جس طرح چاہتا ہے لوگوں کو اپنے الفاظ کے دام میں پھنسا کر ان سے مطلوبہ

نتائج حاصل کرلیتا ہے۔ ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے بپھرے ہوئے مجمع کو خاموش کرا دیتا ہے ...... خوابیدہ انسانوں کو سیلاب صفت بنا دیتا ہے ...... سنجیدہ اور پژمردہ چہروں پر مسکراہٹ اور زندگی کی رونقیں دوڑا دیتا ہے اور جب چاہتا ہے۔ قہقہہ لگانے والوں کو ہچکیوں کے ساتھ رُلا کر دِکھا دیتا ہے یہ سارے کمال یہ ساری انہونی باتیں فنِ خطابت کے ذریعہ ممکن ہیں۔

کہتے ہیں پہلے خطیب خدا کے پیغمبر تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اِنسان کی فلاح کے لئے مبعوث کیا اور انہوں نے خطیبانہ لہجے میں خدا کا پیغام لوگوں تک پہنچایا اور ان کے دل کی پتھر بستی کو ہدایت کے پیغام کے ذریعہ پگھلا کر موم کیا۔ تمام آسمانی کتابیں جو اللہ کے پیغمبروں پر نازل ہوئیں، آپ پڑھ کر دیکھ لیجئے ان کا لہجہ اور انداز خطیبانہ ہے ...... گو بعض آسمانی کتابوں میں بڑی حد تک تحریف اور تبدیلی ہو چکی ہے لیکن خطابت کی روح آج بھی ان میں رچی بسی ہوئی ہے ـــــ تحریر اور تقریر کے انداز میں ہمیشہ سے فرق رہا ہے۔ تقریر کا مزاج تحریر سے مختلف ہے اور تحریر کے رنگ ڈھنگ تقریر سے جدا ہیں ...... تحریر کی اثر آفرینی دراصل الفاظ اور انداز کے مرہونِ منت ہے جب کہ تقریر میں لہجے کا کرشمہ اور آواز کے جادو کا بھی بڑا دخل ہے ...... تحریر کسی جملے کو دُھرانے کی متحمل عموماً نہیں ہوتی جب کہ تقریر کی ساری خوبصورتی ہی حُسنِ تکرار ہے ...... تقریر کے زیروبم اور لہجے کے اتار چڑھاؤ سامعین کے دِل کو موہ لیتے ہیں جب کہ تحریریں عموماً خاموش دریا کی روانی کی طرح ہوتی ہیں۔

اُردو کئی زبانوں کا مجموعہ ہے اِس لحاظ سے اُردو میں کئی چاشنیاں نظر آتی ہیں مگر سچی بات یہ ہے کہ اُردو خطابت میں عربی کا آہنگ نمایاں ہے۔ شاید اس لئے کہ ایک تو خود اُردو زبان کے لاتعداد الفاظ عربی سے آئے ہیں دوئم یہ کہ مسلمان ہونے کے ناطے اُردو زبان بولنے والوں کا لگاؤ اور خصوصی تعلق عربی سے عموماً اور قرآن مجید سے خصوصاً رہا ہے ...... کچھ عرصہ پہلے تک تو عربی لازمی مضمون کی حیثیت سے پڑھائی بھی جاتی رہی ہے ان ساری وجوہات کی بنا پر اردو خطابت میں عربی کا رنگ ڈھنگ آنا فطری بات ہے۔ خطابت کا آغاز کب ہوا؟ یہ حتمی طور پر کہنا تو مشکل ہے البتہ فنِ خطابت کے آغاز کا سہرا اہلِ یونان کے سر جاتا ہے۔ ارسطو نے سب سے پہلے خطابت کے اصول مرتب کئے اور پھر اِسی نام کا ایک رسالہ بھی لکھا...... علامہ ابن رشد نے اس پر تلخیص لکھی اور

پھر اسلام کے کئی حکمائ مثلاً فارابی اور ابن سینا نے اس سے مضامین اخذ کئے ..... اہل یونان کے بعد خطابت اہل روم میں عروج پہ نظر آتی ہے اور اہل روم کے بعد خطابت کے معراج عرب میں دکھائی دیتی ہے۔ عربوں کے ہاں تحریر کا فن بہت دیر بعد آیا مگر تقریر کا ملکہ شروع سے تھا.....عربوں کو اپنی زبان، اپنے حافظے، اپنی شاعری اور اپنی خطابت پر اتنا ناز تھا کہ وہ اپنے علاوہ پوری دنیا کو عجم (گونگا) کہتے تھے۔ وہ اپنے بچوں کو گھڑ سواری، نیزے بازی اور دیگر اشغال کے علاوہ خطابت کی تربیت ضرور دیتے تھے۔

اس دور میں شاعری اور خطابت یہ دو ایسے فنون تھے جو عربوں کے لئے سرمایۂ افتخار تھے... اسلام سے قبل عرب میں ہر قبیلے کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ ان میں زیادہ سے زیادہ شاعر اور خطیب پیدا ہوں۔ وہ لوگ خطابت کی تعلیم دیتے ہوئے ان باتوں کا خیال ضرور رکھتے تھے کہ اسلوب بیان دلکش ہو، سحر بیانی قائم رہے، الفاظ بوجھل ہونے کے بجائے سادہ سلیس اور خوبصورت ہوں، صاف لہجہ ہو کھلی باتیں ہوں ضرب المثل اور اشعار کا استعمال ہو..... جس مقرر کی تقریر ان خوبیوں کا مرقع ہوتی اس پر سب رشک بھی کرتے اور فخر بھی۔

اسلام سے قبل عربوں کی تقاریر یا خطبات کا بڑا حصہ آج تاریخ کے اوراق سے غائب ہے البتہ رسول اکرمؐ کے خطبات آج بھی محفوظ ہیں، اسی طرح حضرت علیؓ کے خطبات اور واقعات کا مجموعہ نہج البلاغہ آج بھی محفوظ ہے، اسی طرح بعد کی بہت سی مثالیں محفوظ ہیں اور عربی آشنا خطیبوں کے لئے بڑی کشش اور جاذبیت رکھتی ہیں۔

اردو زبان نسبتاً نئی ہے اس میں وہ ذخیرۂ الفاظ یا وہ مترادفات نہیں ہیں جو عربی میں موجود ہیں لیکن اُردو زبان جتنی کم عمری میں جتنی زیادہ پھلی پھولی یہ بھی ایک مثال ہے۔

اُردو زبان کے پھلنے پھولنے میں شاید اس کی اس خوبی نے سب سے زیادہ کام کیا کہ اس کا دامن وسیع ہے اور یہ جہاں جاتی ہے وہاں کے اثرات کو قبول کرتی اور اپنے اندر سموتی چلی جاتی ہے غالباً یہی وجہ ہے کہ اُردو زبان نے عربی سے حرارت، فارسی سے صباحت (خوب روئی یا جمال)، ہندی سے لطافت اور انگریزی سے شہامت (جرأت یا شجاعت) لی اور یوں شستہ و رفتہ ہو گئی۔ صوبائی زبانوں کے محاورے بھی اس میں رچ بس گئے اور برصغیر میں زبانوں کے بڑے فاصلوں کے درمیان اُردو نے رابطے کی زبان کی حیثیت حاصل کرلی۔ یہاں اُردو زبان کے تذکرے سے مقصود

دراصل اردو کے فروغ کے ذکر کے ساتھ اُردو خطابت کے فروغ کا جائزہ لینا ہے۔ برصغیر کی سیاسی تحریکوں میں اردو خطابت کا حصہ ستّر سے اسّی فیصد رہا اور اردو کے بغیر ہر سیاسی پلیٹ فارم نامکمل نظر آتا تھا یہاں تک کہ پنڈت جواہر لال نہرو اور بابو راجندر پرشاد اردو کے نامور خطیب کہلائے۔ تحریک آزادی نے جہاں بڑے بڑے مجاہدین پیدا کئے اور برصغیر کی سیاست پر اہم اثرات مرتب کئے وہیں ان تحریکوں نے بڑے مسلمان خطیب پیدا کئے جن کی تقریروں نے تحریکوں کو زندہ و بیدار رکھا۔ سیّد احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید نے جہاد کے موضوع پر خطابت کے جادو جگائے...... علی گڑھ کے مدرسۂ فکر اور دارالعلوم دیوبند نے نامور مقررین پیدا کئے، سرسیّد احمد خان اور مسلم ایجوکیشنل کانفرنس نے تحریر و تقریر کے دھارے موڑ دیئے...... تحریک خلافت نے تو مقررین کی وہ کھیپ پیدا کی جو اس سے پہلے کبھی نظر نہیں آئی تھی۔

خود مولانا محمد علی جوہر بلا کے مقرر اور بے مثل خطیب تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اردو خطابت کے لئے قدرت کا عطیہ تھے ان کے لئے ہر موضوع ہاتھ کی چھڑی اور جیب کی گھڑی تھا...... مولانا ظفر علی خان قلم کے دھنی اور زبان کے غنی تھے..... نواب بہادر یار جنگ کا نام خطابت کی تاریخ میں ہمیشہ جگمگائے گا۔ وہ جب جب تقریر کرتے تو مجمع پر سحر طاری ہو جاتا۔ سردار عبدالرب نشتر، ڈاکٹر اشرف، منشی احمد دین اور ڈاکٹر سیف الدین کچلو اپنی تقاریر کے ذریعہ عوام کے دلوں میں اتر جانے کی خصوصیت رکھتے تھے۔

سیّد عطاءاللہ شاہ بخاری کی خطابت کے لئے کہا جاتا ہے کہ انہیں وقت ٹھہر کر اور ہوائیں رُک کر سُنا کرتی تھیں۔ وہ عقلوں کا شکار کرتے اور مجمع کو زورِ بیان سے پلٹ دیتے تھے۔ یہ کمال صرف انہی کو حاصل تھا کہ وہ عشاء کے بعد بولنا شروع کرتے اور صبح تک بولتے رہتے مگر مجمع تھا کہ پوری دلجمعی اور سکون سے انہیں سنتا..... کئی بار تو مجمعوں کو تحریک میں بدل دیا۔ جو لوگ تقریر سننے آئے تھے وہ تقریر سننے کے بعد مظاہروں کی شکل اختیار کر کے جیل چلے گئے......

برصغیر کے نامور مقررین کی فہرست مرتب کی جائے تو کئی صفحات کالے ہو سکتے ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد بھی سیاسی افق پر کئی اچھے خطیب نمودار ہوئے......آج بھی کئی سیاسی شخصیات تقریر میں اپنا جواب نہیں رکھتیں۔ ان میں کوثر نیازی، نوابزادہ نصراللہ خان، رفیق باجوہ، مولانا

فضل الرحمٰن اور بعض دیگر مقررین بہت اچھا بولتے ہیں ...... شورش کاشمیری مرحوم کی تقریروں میں عطاءاللہ شاہ بخاری کا رنگ نظر آتا تھا۔

سچی بات یہ ہے کہ عطاءاللہ شاہ بخاری کا اثر قبول کرنے والے آج بھی فنِ خطابت کے عُروج پہ نظر آتے ہیں ...... احراری علماء میں مولانا عبدالشکور دین پوری، مولانا لقمان، اور مولانا عبدالمجید ندیم کے نام آج بھی اعلیٰ خطابت کی بہترین مثال ہیں۔

چوہدری ظہور الٰہی شہید کی تقاریر خوبصورت اشعار سے آراستہ ہوتی تھیں اور سننے والے جھوم جھوم جاتے تھے ...... ظہورالحسن بھوپالی بھی بلند پایہ مقرر تھے۔ فی البدیہہ تقریروں اور حاضر جوابی کے حوالے سے ان کا نام ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ نہ جانے ایسا کیوں ہے کہ ہم اچھے مقررین کے نام پر غور کرتے ہیں تو ہماری نظر صرف مرحوم اور ادھیڑ عمر مقررین پر جا کر رُک جاتی ہے حالانکہ نوجوان مقررین کو سن لیجیے تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ یہ لوگ اس فن میں اگر اپنے پیش رووں سے آگے نہیں ہیں تو کسی طرح ان سے پیچھے بھی نہیں ہیں۔ دوست محمد نفیضی ضیاالاسلام زبیری، شفیع نقی جامعی، حسین حقانی اور محمود غزنوی ایسے نوجوان مقررین ہیں جنہیں زبان و بیان پر بڑی قدرت ہے اور انہیں ہمیشہ بے حد داد و تحسین کے ساتھ سنا گیا ہے

آج فنِ تقریر کئی حصوں میں تقسیم ہو چکا ہے ...... مباحثے، مذاکرے، محلے کے مناظرے ...... یہ سب فنِ خطابت ہی کی قسمیں ہیں ...... یہ موضوعات علیحدہ علیحدہ ایک مضمون کے متقاضی ہیں۔ ہم نے چاہا کہ بعض مقررین کی اچھی تقاریر کو تحریری شکل میں شائع کریں مگر حقیقت یہ ہے کہ تقاریر و خطابت کو اپنے تمام خصائص کے ساتھ قلمبند کرنا۔ بہت آسان کام نہیں ہے ...... اگر اچھے مقررین کی تقاریر کو قلمبند کر بھی لیا جائے تو ان میں نہ تو زبان اور لہجے کا اتار چڑھاؤ آ سکتا ہے اور نہ ہی تاثر و تاثیر کی خصوصیات حوالہ رقلم ہو سکتی ہیں۔ مطبوعہ تقاریر سے کسی مقرر کی خطیبانہ صلاحیتوں کا اندازہ لگانا ناممکن ہے۔

خطابت کی تعریف کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ "خطابت" کی سب سے بڑی خوبی تصوّر کی پرواز ہے" ...... بہ الفاظ دیگر خیالات کی پرواز کا نام خطابت ہے۔ ایک انسان کی آواز ان گنت انسانوں کا ما فی الضمیر بن جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کی روح ایٹمی توانائی سے کہیں بڑھ کر ہے۔

تبھی تو۔ لارڈ سالسبری نے کہا تھا کہ "دنیا آج بھی ان کے ساتھ ہے جو بول سکتے ہیں۔"

Langnese
500g
Langnese
Bee Honey
100% Pure
Selected Quality

دوران میچ جب "لائن مین" کے گھر ریڈیو نہ ہو اور ٹی وی خراب ہو جائے

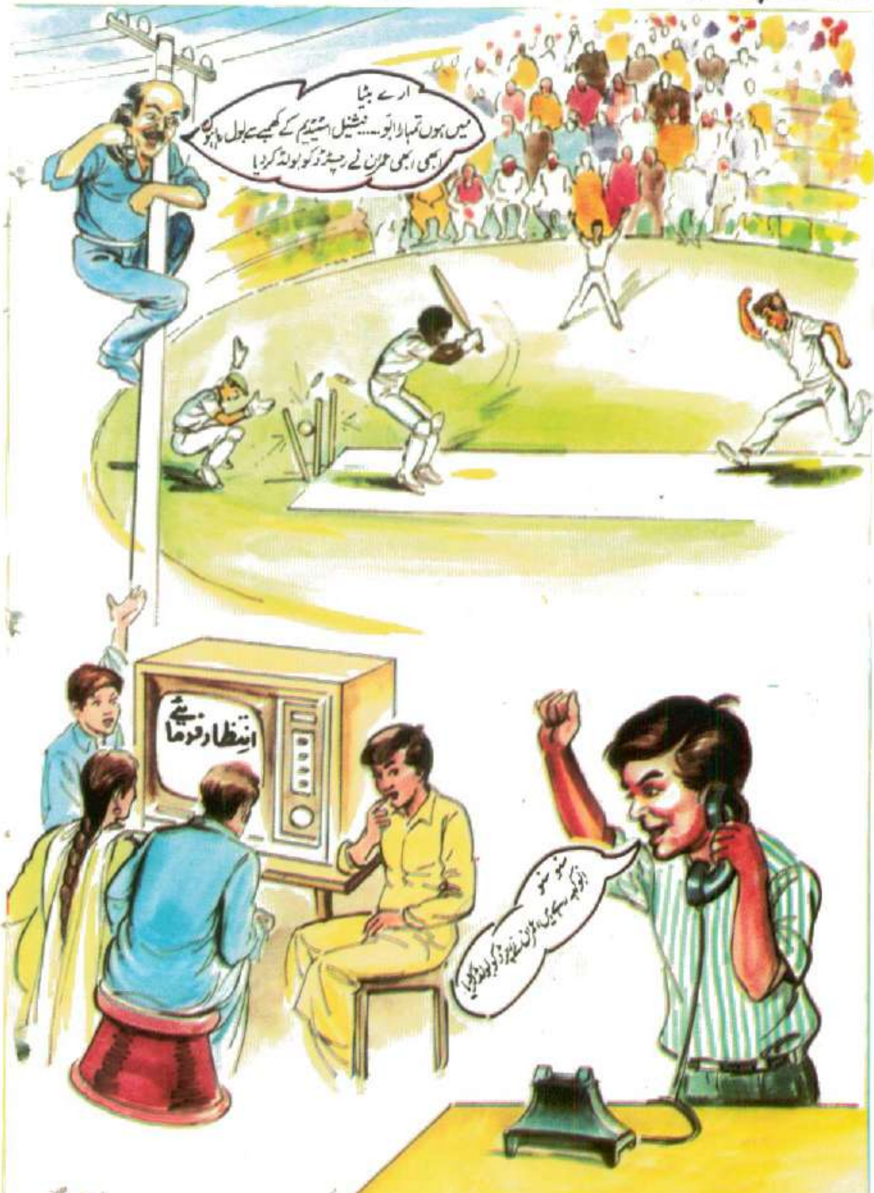

⊙ ایک شخص نے ایک نیم حکیم کو دیکھا کہ کندھے پر بندوق اٹھائے کہیں جا رہے ہیں۔ پوچھا، "حکیم صاحب کہاں چل دیئے" بولے، " فلاں گاؤں میں ایک مریض کو دیکھنا ہے"
وہ شخص بولا "حکیم صاحب مریض کے لئے تو آپ کی دوا ہی کافی تھی بندوق کی کیا ضرورت ہے"

محمد پرویز آرائیں، ——— کوٹ عبدالمالک لاہور

★ ★

⊙ کلاس ٹیچر! تم میری کلاس میں نہیں سو سکتے۔
طالب علم! سو سکتا ہوں سر، اگر آپ زور سے نہ بولیں، اصغر احمد، مجید کالونی لانڈھی، کراچی

☆ ☆

⊙ استاد (شاگردوں سے) کل میں تم لوگوں سے صرف ایک سوال پوچھوں گا۔
تمام شاگرد یہ سُن کر بہت خوش ہوئے، دوسرے روز ماسٹر صاحب کلاس میں آئے اور ارشد سے پوچھا،
"بتاؤ — تمہارے سر پر کتنے بال ہیں"
ارشد، "جناب، چار کروڑ، چار لاکھ، چار ہزار چار سو، چوبیس"
ماسٹر صاحب "ارے — یہ تم نے کیسے گنے ؟"
ارشد، "جناب یہ آپ کا دوسرا سوال ہے"

محمد نفیس حسین، ——— منڈوالہ یار

★ ★

⊙ ایک بہت مشہور سماجی کارکن کے بارے میں اخبار میں غلطی سے یہ خبر شائع ہوگئی کہ محترم کا انتقال ہوگیا ہے،
کچھ ہی عرصہ بعد اُن کا ایک پرانے دوست سے رات کو قبرستان کے باہر آمنا سامنا ہوگیا،

انہیں دیکھ کر دوست کی حالت غیر ہوگئی۔ وہ خوف سے بولا،

"معاف کرنا دوست ـــ میں تمہارے جنازے میں شریک نہ ہوسکا تھا، مگر میں نے آپ کی قبر پر پھول چڑھا دیئے تھے"

شاہد محمود آصف، ـــــ جنگٹی

☆ ☆

⊙ ابّا جان (اپنے بیٹے سے) بٹیا یہ بتاؤ کہ ڈاکٹر آپریشن کے وقت منہ پر کپڑا کیوں باندھ لیتے ہیں۔

بٹیا (معصومیت سے) ابّو ـــ اس لئے کہ اگر ان سے گڑبڑ ہوجائے تو مریض پہچان نہ سکے،

(زبیر،) ـــــ پرانا سکھر

★ ★

⊙ ہوٹل میں کھانا کھانے کے بعد ایک صاحب چمچہ صاف کرنے لگے، ایک بیرا یہ دیکھ کر ان کے پاس آیا اور بولا

"صاحب! آپ کیا کررہے ہیں!"

ان صاحب نے جواب دیا

"میاں ـــ اگر میں چمچہ صاف نہ کروں تو میری جیب خراب ہوجائے گی"

شام داس ـــــ کوٹ غلام محمد

☆ ☆

⊙ ایک روز عقیل اپنے دوست بوبی سے ملنے اُس کے گھر پہنچا، ملاقات ہوئی تو بوبی نے میز پر رکھے ہوئے پتھر اُٹھا کر اپنی جیب میں ڈالنے شروع کر دیئے، اُس کی یہ حرکت دیکھ کر عقیل بولا

"ارے ـــ یہ تم کیا کررہے ہو۔"

بوبی نے اطمینان سے جواب دیا "بھائی بزرگوں کا کہنا ہے کہ آج کل صرف اس کی عزت کی جاتی ہے جس کی جیب بھاری ہو میں اپنی جیب پتھر ڈال کر بھاری کررہا ہوں ناں ـ"

تجمل حسین حیدری ـــــ محلہ تیلیانوالہ، پنڈ دادنخان

★ ★

⊙ کچھ بچّے چڑیا گھر دیکھنے گئے، جب بچّے سارس دیکھ رہے تھے تو ایک شخص نے کہا بچّو ـ تم جانتے ہو سارس ایک ٹانگ پر کیوں کھڑا رہتا ہے؟"

ایک بچّہ جھٹ سے بولا، "جی ہاں! اگر وہ اپنی دوسری ٹانگ بھی اٹھالے تو گر پڑے گا۔"

محمد زبیر، ـــــ شیر شاہ کالونی، کراچی

☆ ☆

⊙ مریض:۔ ڈاکٹر صاحب! کسی طرح مجھ کو صحت مند کر دیجئے،

ڈاکٹر:۔ صحت مند تو خدا کرتا ہے!

مریض:۔ بہت خوب! پھر تو بل بتاتے ہوئے خدا کو مت بھولئے گا۔

درینہ حمید، ـــــ اسٹاف ٹاؤن جامعہ کراچی

★ ★

⊙ ایک شخص نے ایک نیم حکیم کو دیکھا کہ
کندھے پر بندوق اٹھائے کہیں جا رہے ہیں.
پوچھا، "حکیم صاحب کہاں چل دیئے"
بولے، "فلاں گاؤں میں ایک مریض کو
دیکھنا ہے"
وہ شخص بولا "حکیم صاحب مریض کے لئے
تو آپ کی دوا ہی کافی تھی بندوق کی کیا ضرورت ہے"

محمد پرویز آرائیں، ——— کوٹ عبدالمالک لاہور

★★

⊙ کلاس ٹیچر! تم میری کلاس میں نہیں سو سکتے.
طالب علم! سو سکتا ہوں سر، اگر آپ
زور سے نہ بولیں، عبراحمد، مجید کالونی لانڈھی، کراچی

☆☆

⊙ استاد (شاگردوں سے) کل میں تم لوگوں
سے صرف ایک سوال پوچھوں گا.
تمام شاگرد یہ سُن کر بہت خوش ہوئے،
دوسرے روز ماسٹر صاحب کلاس میں آئے
اور ارشد سے پوچھا،
"بتاؤ — تمہارے سر پر کتنے بال ہیں"
ارشد، "جناب، چار کروڑ، چار لاکھ، چار ہزار
چار سو، چوبیس"
ماسٹر صاحب "ارے — یہ تم نے
کیسے گنے؟"
ارشد، "جناب یہ آپ کا دوسرا سوال ہے"

محمد فیصل حسین، ——— ٹنڈو الہ یار

★★

⊙ ایک بہت مشہور سماجی کارکن کے بارے
میں اخبار میں غلطی سے یہ خبر شائع ہوگئی کہ محترم
کا انتقال ہوگیا ہے،
کچھ ہی عرصہ بعد اُن کا ایک پرانے دوست
سے رات کو قبرستان کے باہر آمنا سامنا ہوگیا،

انہیں دیکھ کر دوست کی حالت غیر ہوگئی۔ وہ خوف سے بولا،

"معاف کرنا دوست — میں تمہارے جنازے میں شریک نہ ہوسکا تھا، مگر میں نے آپ کی قبر پر پھول چڑھا دیئے تھے"

شاہد محمود آصف، ——— جنگٹی

☆ ☆

⊙ ابّا جان (اپنے بیٹے سے) بٹیا یہ بتاؤ کہ ڈاکٹر آپریشن کے وقت مُنہ پر کپڑا کیوں باندھ لیتے ہیں۔

بٹیا (معصومیت سے) ابّو — اس لئے کہ اگر اُن سے گڑبڑ ہوجائے تو مریض پہچان نہ سکے۔

(زبیر،) ——— پرانا سکھر

★ ★

⊙ ہوٹل میں کھانا کھانے کے بعد ایک صاحب چمچہ صاف کرنے لگے، ایک بیرا یہ دیکھ کر ان کے پاس آیا اور بولا

"صاحب! آپ کیا کررہے ہیں!"

ان صاحب نے جواب دیا

"میاں — اگر میں چمچہ صاف نہ کروں تو میری جیب خراب ہوجائے گی"

شام داس ——— کوٹ غلام محمد

☆ ☆

⊙ ایک روز عقیل اپنے دوست لوبی سے ملنے اُس کے گھر پہنچا، ملاقات ہوئی تو لوبی نے میز پر رکھے ہوئے پتھر اُٹھا کر اپنی جیب میں ڈالنے شروع کردیئے، اُس کی یہ حرکت دیکھ کر عقیل بولا

"ارے — یہ تم کیا کررہے ہو۔"

لوبی نے اطمینان سے جواب دیا "بھائی بزرگوں کا کہنا ہے کہ آج کل صرف اس کی عزت کی جاتی ہے جس کی جیب بھاری ہو میں اپنی جیب پتھر ڈال کر بھاری کررہا ہوں ناں۔"

تجمل حسین حیدری ——— محلہ تیلیانوالہ، پنڈ دادنخان

★ ★

⊙ کچھ بچّے چڑیا گھر دیکھنے گئے، جب بچّے سارس دیکھ رہے تھے تو ایک شخص نے کہا بچو — تم جانتے ہو سارس ایک ٹانگ پر کیوں کھڑا رہتا ہے؟"

ایک بچّہ جھٹ سے بولا، "جی ہاں! اگر وہ اپنی دوسری ٹانگ بھی اٹھالے تو گر پڑے گا۔"

محمد زبیر، ——— شیر شاہ کالونی کراچی

☆ ☆

⊙ مریض:۔ ڈاکٹر صاحب! کسی طرح مجھ کو صحت مند کردیجئے،

ڈاکٹر:۔ صحت مند تو خدا کرتا ہے!

مریض:۔ بہت خوب! پھر تو بل بتاتے ہوئے خدا کو مت بھولئے گا۔

دریت حمید، ——— اسٹاف ٹاؤن جامعہ کراچی

★ ★

⊙ ایک بچہ:۔ ابا جان! — مجھے ڈھول لے دیجئے،

باپ:۔ نہیں بیٹا۔ تم ہر وقت ہمارا سر کھا جاؤ گے۔

بچہ:۔ نہیں ابا جان۔ جب آپ سوجایا کریں گے تو پھر میں بجایا کروں گا۔

علیم مغل، ———— کنری تھرپارکر

☆ ☆

⊙ ایک شخص عینک خریدنے ڈاکٹر کے پاس گیا، ڈاکٹر نے اسے کرسی پر بٹھا دیا اور پندرہ فٹ کے فاصلے پر ایک کارڈ اُسے دکھاتے ہوئے پوچھا "کیا آپ اس کے حروف پڑھ سکتے ہیں۔"
"جی نہیں، ڈاکٹر صاحب!" اُس شخص نے جواب دیا۔

ڈاکٹر نے کارڈ چند فٹ اور قریب کرتے ہوئے پوچھا "اچھا — اب یہ حروف پڑھ سکتے ہو؟"
مریض بولا "بالکل نہیں"

ڈاکٹر سخت جھنجھلایا اور کارڈ مریض کے بالکل قریب لاکر پوچھا "اچھا — اب"!
مریض بولا، "اب بھی نہیں پڑھ سکتا۔ اصل میں مجھے پڑھنا آتا ہی نہیں —"

غزالہ ارشاد، منگھوپیر روڈ کراچی

★ ★

⊙ بیوی شوہر سے بولی: آخر آپ نے کس بات سے اندازہ لگایا کہ ہمارا ننھا بڑے ہو کر سیاستدان بنے گا۔

شوہر نے جواب دیا: ننھا ایسی باتیں کرتا ہے جو کانوں کو بھلی لگتی ہیں، لیکن غور کریں تو ان کا مطلب کچھ بھی نہیں نکلتا۔

عامر وجاہت، فرقان۔ ڈھوری، کنری۔

★ ★

⊙ امتحانات سے چند روز قبل استاد صاحب کلاس میں داخل ہوئے تو بولے
"میں تمہیں بہت کچھ پڑھا چکا ہوں تمہارا فرض ہے کہ خوب محنت سے امتحان دو — اگر تم کوئی سوال پوچھنا چاہو تو پوچھو میں ضرور جواب دوں گا۔"

کلاس میں لمحہ بھر کے لئے خاموشی ہوگئی پھر ایک ہلکی سی آواز سنائی دی۔ "سر، پرچے کس پریس میں چھپ رہے ہیں"

⊙ بھکاری، (بیکری والے کے سامنے کھڑے ہو کر) بابا اللہ بھلا کرے ایک کیک کا سوال ہے،

مالک بیکری:۔ میاں — تمہارا کام تو روٹی سے چل جائے، کیک کیوں مانگتے ہو؟

بھکاری:۔ بے شک روٹی سے بھی چل سکتا ہے، لیکن بابا آج اپنی سالگرہ ہے ناں!

ہارون انصار۔ شارجہ

قالین کی صفائی میں سب سے اعلیٰ

ٹپ ٹاپ

ڈرائی کلینرز

فون : ۴۱۴۴۶۴

۱۴۳، ۴۳
علامہ اقبال روڈ
پی ای سی ایچ ایس

حسن اپارٹمنٹس
۴۴۰۷۴۰

ڈیفنس سوسائٹی
۵۴۲۱۶۳

کلفٹن
۵۳۰۳۶۹

ناظم آباد
۶۱۳۸۱۶

احمد حاطب صدیقی

سو سال کے بعد

آج کی جدید دنیا میں لوگ حساب کتاب کے پرانے طریقے چھوڑ کر نت نئے کیلکولیٹرز اور کمپیوٹرز کی مدد حاصل کر رہے ہیں ... ترقی کی رفتار اگر یہی رہی اور انسان مشینوں کا محتاج ہوتا چلا گیا تو سو سال بعد کیا ہوگا ... احمد حاطب کا شوخ قلم ایک جائزہ لیتا ہے۔

"عاشی! اِدھر آؤ" فیصل نے سرگوشی کے انداز میں عائشہ کو پکارا۔

"کیا بات ہے؟" عاشی نے دہیں سے گلا پھاڑ کر آواز لگائی۔

"شی شی۔ آہستہ بولو۔ چپکے سے ادھر آؤ" فیصل نے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے اُسے ہاتھ کے اشارے سے جلدی آنے پر مجبور کیا۔

"کیا کہہ رہے ہو؟" عاشی نے اُس کے قریب آکر کانا پھوسی کرتے ہوئے اپنی بڑی بڑی آنکھیں اِدھر اُدھر گھمائیں۔!

"دیکھو دادی اماں کیا کر رہی ہیں!" فیصل نے اُس کے کانوں پر اپنے منہ کی گرم گرم بھاپ چھوڑتے ہوئے کہا۔

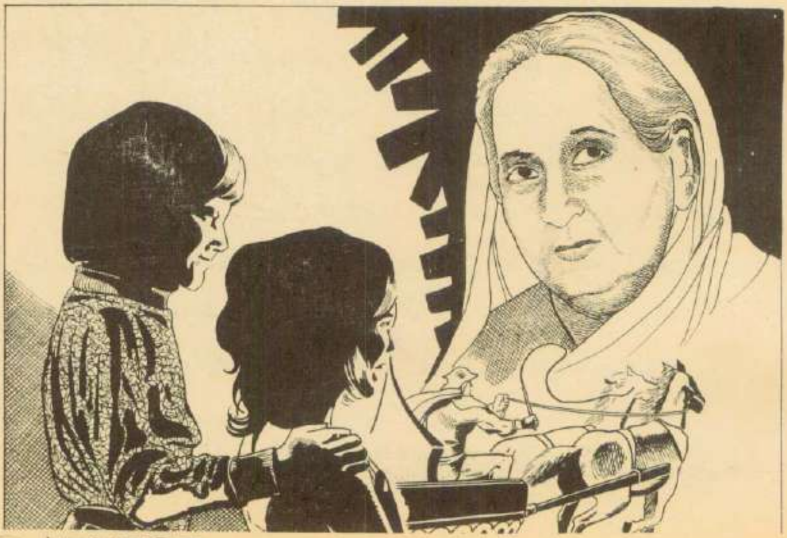

"کیا مصیبت ہے!" عاشی نے اپنے کانوں میں کانی انگلی ڈال کر زور زور سے گھمائی۔
"اُدھر دیکھو بے وقوف!" فیصل نے عاشی کا سر پکڑ کر دادی اماں کی طرف گھمایا۔
عاشی نے دیکھا کہ دادی اماں جا نماز پر بیٹھی ہوئی اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کی پوروں کو باری باری اُسی ہاتھ کے انگوٹھے سے تیزی کے ساتھ چھُو رہی ہیں۔ پہلے دائیں ہاتھ کی ساری انگلیوں کی پوروں کو جلدی جلدی چھُوا پھر یہی عمل بائیں ہاتھ پر کرنے لگیں۔
دونوں بچے حیرت سے ان کو تکتے رہے۔ دادی اماں اس عمل سے فارغ ہوئیں تو انہوں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ منہ پر ہاتھ پھیرا اور جا نماز لپیٹنے لگیں۔
"دادی اماں! آپ نماز پڑھنے کے بعد کیا کر رہی تھیں؟ عاشی نے اُن کے قریب جا کر پوچھا!
"بٹیا میں تسبیح پڑھ رہی تھی، تسبیح فاطمہؓ" دادی اماں نے اُسے اپنی گود میں بٹھا لیا۔
"تسبیح فاطمہؓ کیا ہوتی ہے؟" عاشی نے پوچھا۔
"بٹیا رسولِ پاکؐ نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ کو بتایا تھا کہ وہ ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ الحمدللہ ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھا کریں، اس کا بڑا ثواب ہے!"
دادی اماں نے بچوں کو بتایا۔
"لیکن دادی اماں آپ اپنے انگوٹھے سے انگلیوں کی پوریں بار بار کیوں چھُو رہی تھیں؟"
فیصل نے اپنی حیرت کا اظہار کر ہی دیا۔
"بھئی بتا تو دیا کہ الحمدللہ اور سبحان اللہ ۳۳-۳۳ مرتبہ پڑھتے ہیں اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ تو میں گنتی کر رہی تھی؟!!!" دونوں بچے بیک وقت حیرت سے چلاّئے۔
"دادی اماں اِدھر لایئے اپنی انگلیاں!" فیصل نے دادی اماں کا ہاتھ پکڑ کر دیکھا۔
عاشی بھی غور سے انہیں دیکھنے لگی اور فیصل دادی اماں کی انگلیوں کی پوروں کو انتہائی سنجیدگی سے پہلے اپنے انگھوٹھے سے دباتا رہا پھر خود ان کے انگوٹھے سے دبانے لگا۔
دادی اماں نے مسکراہٹ ملے ہوئے غصے کے ساتھ ڈانٹا۔
"دادی اماں! میں یہ دیکھ رہا تھا کہ کیا آپ کی انگلیوں میں کیلکولیٹر فٹ ہے؟"
فیصل کی سنجیدگی برقرار تھی۔ دادی اماں ہنس پڑیں۔
"ارے بچو! تم تو کیلکولیٹر کے اتنے عادی ہو گئے ہو کہ اب یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ پہلے سارا

حساب کتاب انگلیوں پر ہو جاتا تھا "۔
اب دادی اماں بھی سنجیدہ ہو گئی تھیں۔
" سارا حساب کتاب ؟ !!! " بچوں کے منہ پھر حیرت سے کھلے رہ گئے۔
" دادی اماں ! کیا جمع تفریق بھی انگلیوں پر ہو جاتے تھے ؟ " عاشی نے پھر اپنی بڑی بڑی آنکھیں گھماتے ہوئے پوچھا۔
" ہاں بٹیا ! چھوٹا موٹا حساب کتاب تو انگلیوں ہی پر ہو جاتا تھا۔ البتہ ذرا لمبا چوڑا ہوتا تو کاپی پر کر لیتے تھے۔"
" کاپی پر ؟ وہ کیا ہوتی تھی، کس چیز کی کاپی ہوتی تھی " فیصل نے سوچا کہ جس طرح ہم کمپیوٹر کے ایک کیسٹ کی کاپی دوسرے کیسٹ پر کر لیتے ہیں ایسی ہی کوئی چیز ہوتی ہوگی۔
" بٹیا سادے کاغذوں کی ایک کتاب سی ہوتی تھی، اُس پر قلم سے حساب کر لیتے تھے۔

" کتاب ؟ !!! قلم ؟ !!! دادی اماں کیا کہہ رہی ہیں آپ ؟ " عاشی نے دادی اماں کی گود میں بیٹھے بیٹھے ان کا چہرہ اپنی طرف موڑا۔
" ہاں بٹیا پہلے گھر پر کمپیوٹر نہیں ہوتے تھے۔ جن سے تم آج کل تعلیم حاصل کرتے ہو کہ حساب کا کمپیوٹر الگ ہے، اردو کا الگ ہے سائنس کا الگ ہے اور اسلامیات کی تعلیم دینے والا کمپیوٹر الگ ہے "
دادی اماں جیسے پرانی یادوں میں کھو گئیں۔
" پھر ؟ !!! دادی اماں کیا ہر مضمون کا کمپیوٹر ایک ہی ہوتا تھا " فیصل نے حیرت سے پوچھا۔
" نہیں بٹیا، ہم لوگ کمپیوٹر سے نہیں پڑھتے تھے، ہمارے زمانے میں اسکول ہوتے تھے۔"
" اسکول ؟ !!! " دونوں بچے پھر حیرت سے چلّائے۔
" ہاں ایک بہت بڑی عمارت ہوتی تھی اُس میں بہت سارے کمرے ہوتے تھے، ہر کمرے میں الگ الگ درجوں کی کلاسیں ہوتی تھیں جس طرح آج تمہارے پاس الگ الگ درجوں کے کورس کے کیسٹ ہوتے ہیں۔ ہر درجے کے الگ ماسٹر صاحب ہوتے تھے وہ ہمیں آکر پڑھاتے تھے "۔
" دادی اماں ! یہ اسکول کہاں ہوتے تھے ؟ " عاشی نے پوچھا۔
" گھر سے قریب ہی ہوتے تھے، صبح صبح ہم سارے بچے جمع ہوتے، دُعا ہوتی تھی، اسلامیات

کے ماسٹر صاحب ہمیں اچھی اچھی باتیں بتاتے پھر ہم اپنے اپنے درجوں میں چلے جاتے اور وہاں پڑھائی شروع ہو جاتی۔"

" دادی اماں! کیا آپ لوگ سارا دن وہیں پڑھتے رہتے تھے؟" فیصل نے سوال کیا۔

" نہیں! چار پانچ کلاسوں کے بعد وقفہ یا ہاف ٹائم ہوتا تھا۔ ہم سب بچے اس وقفہ میں مختلف کھیل کھیلتے تھے۔ ایک دوسرے سے ہنسی مذاق کرتے تھے اور وقفہ ختم ہو جانے کے بعد پھر کلاسوں میں آجاتے تھے، دوپہر کو چھٹی ہو جاتی اور ہم گھر لوٹ آتے۔ ہماری امی انتظار کر رہی ہوتیں۔ وہ ہم سب کو پیار کرتیں اور ہاتھ منہ دھلا کر کھانا کھلاتیں۔"

" ہائے اللہ۔ کتنے اچھے دن ہوتے تھے۔ ہیں نا دادی اماں!" عاشی نے رائے دی۔

ہاں بیٹیا! مغرب کے بعد ہم پھر کتابیں کاپیاں لے کر بیٹھ جاتے اور گھر کا کام کرتے۔

" گھر کا کام؟" فیصل نے سوالیہ انداز میں کہا۔

" ہاں ہمارے استاد یا ٹیچرز ہمیں گھر پر پڑھنے لکھنے کا جو کام دیتے تھے اُسے ہم گھر کا کام یا ہوم ورک کہتے تھے!" دادی اماں نے مزید بتایا۔

" دادی اماں! اب کتابیں کاپیاں کیوں نہیں ملتیں؟" عاشی نے پوچھا۔

" بیٹیا اب تو سارا کام کمپیوٹر پر ہوتا ہے۔ اب تو تمہیں صرف کمپیوٹر چلانا سیکھنا پڑتا ہے باقی سب کچھ تم اسی کی مدد سے سیکھ لیتے ہو۔ امتحان بھی گھر بیٹھے دے دیتے ہو، نمبر بھی فوراً مل جاتے ہیں۔ رپورٹ بھی فوراً ہی بورڈ آفس کے کمپیوٹر کو مل جاتی ہے اور رزلٹ کارڈ چھپ کر آجاتا ہے ہمیں تو پڑھنے بھی اسکول جانا ہوتا تھا۔ امتحان دینے کے لئے بھی دوسری جگہ جانا پڑتا تھا اور رزلٹ بھی بہت دنوں کے بعد ملتا تھا" دادی اماں نے پُرانی باتیں بتائیں۔

" دادی اماں! ایسا کیوں ہوتا تھا؟ کیا آپ کے زمانے کے لوگ بے وقوف تھے۔؟" فیصل نے اپنی بھویں سکیڑ کر پوچھا۔

" نہیں بیٹیا، انہی لوگوں کی محنت سے تو آج دنیا یہاں تک پہنچی ہے" دادی اماں نے دفاع کیا۔

" نہیں دادی اماں! پہلے کے لوگ تو کچھ تھے بھی بے وقوف، میں نے سنا ہے کہ پیدل چلتے تھے۔"

" ہاں بیٹیا پہلے فٹ پاتھوں پر یہ چلتے ہوئے زینے (ایسکیلیٹرز) نہیں لگے تھے اس لئے لوگ پیدل چلتے تھے" دادی اماں نے بتایا۔

" اور دادی اماں! میں نے یہ بھی سنا ہے کہ اُس سے پہلے کے لوگ اور بھی بے وقوف تھے؛ جانوروں کو انجن کے طور پر استعمال کرتے تھے اُن سے گاڑیاں چلواتے تھے، مثلاً گھوڑا گاڑی۔ میں نے کل ہی ایک پرانی سی پکچر میں دیکھی تھی، مجھے تو بہت ہنسی آئی" فیصل نے بتایا۔

" سچ مچ بہت بے وقوف تھے" عاشی ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہوگئی۔

" ارے بچو! تم کہاں ہو! دیکھو تمہارے اُبو کیا لائے ہیں؟" اچانک امی کی آواز آئی وہ باہر لان سے انٹرکام پر بول رہی تھیں!

بچوں نے بٹن دبایا اور ایک چلتا پھرتا راستہ حرکت میں آگیا، دیکھتے ہی دیکھتے وہ لان میں تھے۔

" ہُرّے! یہ تو گھوڑا گاڑی ہے، وہی جو میں نے پکچر میں دیکھی تھی" فیصل خوشی سے چلّایا۔

" امی! میں بھی اس پر سواری کروں گی" عاشی نے ضد کے سے انداز میں کہا!

" ابھی ہم سب اس پر سواری کریں گے، تمہارے اُبو میوزیم سے لائے ہیں، ہم اس پر بیٹھ کر یہاں سے مین گیٹ تک سواری کھائیں گے" امی نے ساری بات بتائی۔

تھوڑی دیر میں، امی، اُبو، عاشی اور فیصل گھوڑے گاڑی پر سوار تھے۔ مگر گھوڑا تھا کہ کھسک کر نہ دیتا تھا۔

" شاید بوجھ زیادہ ہوگیا ہے ایسا کرو اس پر سے میز اتار دو" اُبو نے مشورہ دیا۔

میز اتاری گئی مگر گھوڑا ٹس سے مس نہ ہوا۔

" اب ایسا کرو صوفہ بھی اتار دو" اُبو نے پھر کہا۔

بھاری چیزیں اٹھانے والی مشین (فورک لفٹر) نے صوفہ بھی اتار دیا مگر گھوڑا اپنی جگہ سے نہ ہلا۔

" اب ایسا کرو کہ اپنی امی کو بھی اُتار دو"

امی کو تو خود ہی اترنا پڑا مگر گھوڑے پر کوئی اثر نہ ہوا۔

" میوزیم والا پتہ نہیں کیا کر گیا ہے۔ گھوڑا چل کر ہی نہیں دیتا" اُبو نے رومال سے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔

" ٹھہریئے میں دادی اماں کو بلاتا ہوں، شاید وہ کچھ بتا سکیں!"

فیصل فوراً دادی اماں کے پاس چلا گیا۔

" دادی اماں، گھوڑا تو چل ہی نہیں رہا ہے۔ حالانکہ ہم نے اُس پر سے میز بھی اتار دی، صوفہ بھی اتار دیا، یہاں تک کہ امّی کو بھی اتار دیا۔ پلیز! آپ چل کر دیکھیں وہ کیوں نہیں چل رہا ہے۔؟"

دادی اماں اپنے کمرے سے لان تک آئیں۔ ہر چیز کو بغور دیکھا۔ اور سوچنے لگیں۔

" دادی اماں! اُبّو کا خیال ہے کہ میوزیم کا آدمی پتہ نہیں کیا کر کے چلا گیا ہے کہ گھوڑا ہل بھی نہیں رہا ہے۔ اب آپ بتائیے ہم کیا کریں؟" عاشی نے جوش و خروش کے ساتھ دادی اماں سے سفارش کی۔

دادی اماں نے پھر ہر چیز کو غور سے دیکھا اور اچانک اپنا سر پیٹ لیا۔

" اے بٹیا گھوڑے کی لگام تو اُس کھونٹے سے کھول دو جس میں میوزیم والا باندھ کر گیا ہے!"

عمل، عارف یحییٰ

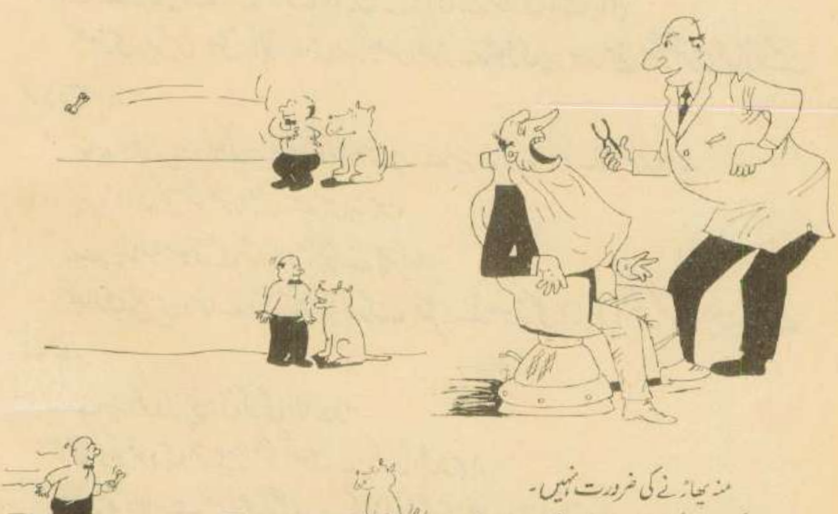

منہ پھاڑنے کی ضرورت نہیں۔
میں باہر کھڑے کھڑے منہ کا جائزہ لے لوں گا۔

ایک پیغام

نونہالانِ وطن کے نام

پڑھنے لکھنے سے ہو کام
ٹھیک نہیں ہے اب آرام
محنت ہو بس صبح و شام
چمکاؤ دنیا میں نام

عطیہ اشتہار

راوی گلاس

۱۔ دیال سنگھ مینشنز دی مال۔ لاہور

ہماری سپلائی کا مؤثر نظام اور سیلز کا کارگزار عملہ ہر صبح ہر شام
ہر جگہ تازہ مال کی فراہمی کے ضامن

DAWN
BREAD

گولڈن گرینز فوڈ اِنڈسٹریز لمیٹڈ
ہیڈ آفس : کراچی فون : 311818-312727
اسلام آباد : فون : 843883

MASS.

عقیل عباس جعفری

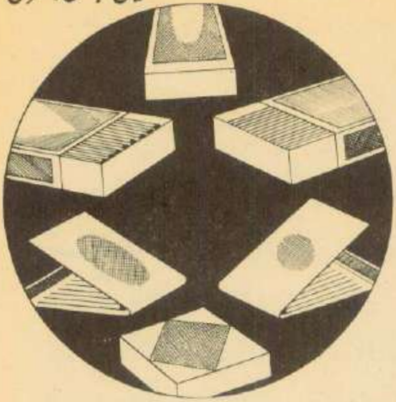

ماچسیں جمع کرنا

ماچسیں جمع کرنا بھی دوسرے بہت سے مشغلوں کی طرح ایک دلچسپ مشغلہ ہے۔ اور اس مشغلے کے ذریعے بھی دنیا کے مختلف خطوں کے بارے میں اہم معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔

اس سے پہلے کہ ہم آپ کو ماچسیں جمع کرنے کے بارے میں کچھ بتائیں۔ آیئے یہ بتاتے ہیں کہ ماچس کب اور کس طرح معرض وجود میں آئی۔

انسان نے تقریباً ۱۲ ہزار قبل مسیح آگ دریافت کرلی تھی۔ ابتداء میں آگ کا مصرف یہ تھا کہ اندھیرے میں کچھ روشنی پیدا کی جائے۔ تاہم اس نے جلد معلوم کر لیا کہ اگر گوشت کو آگ پر پکا لیا جائے تو اس کا ذائقہ بہتر ہو جاتا ہے۔ اُس زمانے میں آگ پیدا کرنے کے لئے پتھروں کو آپس میں رگڑا جاتا تھا اور اس طرح پیدا ہونے والے شعلے سے لکڑیاں جلائی جاتی تھیں۔

تقریباً تین سو برس ہوئے کہ آگ جلانے کا ایک نسبتاً آسان طریقہ دریافت ہوا۔ انسان نے مشاہدہ کیا کہ اگر پوٹاشیم کلوریٹ اور شکر کے محلول پر تھوڑا سا گندھک کا تیزاب ڈال دیا جائے تو ایک دم شعلہ نمودار ہوتا ہے۔ انسان نے اس اشارے سے فائدہ اٹھایا۔ اور گندھک لگی تیلیوں کو سلفیورک ایسڈ میں ڈبو کر پوٹاشیم کلوریٹ اور شکر کے محلول سے لگا کر جلانے کا طریقہ وجود میں آیا یہ دریافت کیمیاوی دیا سلائی بننے کا پہلا مرحلہ تھا۔

۱۸۲۷ء میں انگلستان کے ایک دوا ساز جان واکر نے انٹی منی سلفائیڈ، پوٹاشیم کلوریٹ اور گم آربک کی آمیزش سے ایسا مصالحہ تیار کیا۔ جسے اگر لکڑی کی کسی تیلی کے سرے پر چپکا کر ریگ مال سے رگڑا جائے تو وہ جل اٹھتی تھی۔ تاہم یہ دیاسلائی بھی زیادہ اطمینان بخش نہ تھی۔ اس کو بہت زور سے رگڑنا پڑتا تھا۔ اور آگ کی چنگاریاں اِدھر اُدھر اڑتی تھیں۔ آئندہ چند برسوں میں اس میں مزید اصلاح کی گئی۔ اور اب تیلیوں کے سرے پر انٹی منی سلفائیڈ کی بجائے فاسفورس لگایا جانے لگا۔ اس دریافت سے حیرت انگیز نتیجہ نکلا یعنی دیاسلائی اب معمولی رگڑ سے جلنے لگی اور ریگ مال کی ضرورت باقی نہ رہی۔ یہ ۱۸۳۰ء کی بات ہے۔ تاہم اس دیاسلائی میں بھی کئی عیب تھے ایک تو یہ کہ وہ ذراسی رگڑ سے جل اٹھتی تھی۔ اگر فرش پر کوئی دیاسلائی بے احتیاطی سے پڑی رہ گئی تو پاؤں کے نیچے آنے سے یا اس پر کسی چیز کے گر جانے سے وہ جل اٹھتی تھی۔ اور نتیجہ گھروں میں آگ لگنے کی صورت میں نکلتا تھا۔ اس دیاسلائی کا دوسرا عیب یہ تھا کہ دیاسلائی کے سروں پر لگایا جانے والا فاسفورس انتہائی زہریلا مادہ ہوتا تھا اور لوگ اسے قتل اور خودکشی کے لئے استعمال کرنے لگے تھے۔

۱۸۴۴ء میں سوئیڈن کے دواساز گستاف ای پاش نے پہلی محفوظ دیاسلائی ایجاد کی۔ اور ۱۸۵۲ء میں سوئیڈن ہی سے تجارتی پیمانے پر دیاسلائی کی تیاری کا کام شروع ہوا۔ خاصے عرصہ تک سوئیڈن دیاسلائیوں کی صنعت کا مرکز بنا رہا۔ کتابی ماچسیں ۱۸۹۲ء میں امریکہ کے ایک ماہر قانون جوشوا پیوسی نے ایجاد کی۔ پیوسی نے ایک کتابی ماچس میں پچاس دیاسلائیاں لگا کر بیچنا شروع کیں اس ماچس میں وہ حصہ جس پر دیاسلائی رگڑ کر آگ پیدا کی جاتی ہے، ماچس کے اندرونی حصہ میں ہوتا تھا۔ آہستہ آہستہ اس ماچس کو بہتر بنایا گیا اور پہلی جنگ عظیم کے زمانے میں وہ دیاسلائیاں اور ڈبیہ ایجاد ہوئی جو آج کل استعمال کی جاتی ہیں۔

یہ تو تھی ماچس کی ایجاد کے مختلف مراحل۔ آئیے اب آپ کو ماچسوں کو جمع کرنے کے بارے میں کچھ بتائیں۔

ماچسیں جمع کرنا: ماچسیں اور ماچسوں کے لیبل جمع کرنا، تقریباً ایک صدی پرانا مشغلہ ہے۔ اس مشغلہ کے شوقینوں کو انگریزی میں PHILLUMENISTS

کہا جاتا ہے۔ کتابی ماچسوں کے شوقینوں کو PHI IBERUMENISTS اور ماچسوں کی ڈبیہ یا ان کے لیبل۔ جمع کرنے کے شوقینوں کو CUMYXAPHISTS کہتے ہیں۔

ماچسیں دو طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک کتابی ماچس کہلاتی ہے۔ اور دوسری ماچس کی ڈبیہ کہلاتی ہے۔ کتابی ماچس۔ جمع کرنے کے شائق عام طور پر مکمل ماچسیں محفوظ کرتے ہیں۔ اور ماچس کی ڈبیہ کے شائق صرف لیبل۔ جمع کرتے ہیں۔ تاہم آپ اگر چاہیں تو ماچس کی ڈبیہ بھی مکمل طور پر محفوظ کر سکتے ہیں، ماچس کی ڈبیہ کے لیبل اتارنے کا طریقہ یہ ہے کہ ماچس کی ڈبیہ کو نیم گرم پانی میں ڈال دیا جائے اس طرح تھوڑی دیر میں لیبل خود بخود ڈبیہ سے علیحدہ ہو جائے گا۔

اب آپ اس لیبل کو "بلاٹنگ پیپرز" کے درمیان رکھ کر خشک کر لیجئے اور کسی البم میں محفوظ کر لیجئے۔ اگر آپ کے پاس کوئی لیبل ایک سے زیادہ ہو جائے تو اسے کسی اور ماچس جمع کرنے والے دوست سے تبدیل بھی کیا جا سکتا ہے۔

ماچسوں کے لیبل کی البم بنانے کا وہی طریقہ ہے جو عام طور پر ڈاک کے ٹکٹ کی البم

جاپان کے تیجی یوشی زاوا جنہوں نے ۵۵۹،۷۴۴ ماچسیں جمع کرنے کا ریکارڈ قائم کیا۔

بنانے کا طریقہ ہوتا ہے۔ یعنی یا تو لیبل کو ان کے ملکوں کے حساب سے محفوظ کرتے جائیے یا پھر انہیں موضوعات میں تقسیم کر کے محفوظ کر لیجئے۔ یعنی ایسی ماچسیں جن پر پھول بنے ہوں، ایسی ماچسیں جن پر موٹر کاریں بنی ہوں ۔ ـــــــــــــــــ، ایسی ماچسیں جن پر مختلف ممالک کے پرچم بنے ہوں، ایسی ماچسیں جن پر پرندے یا جانور بنے ہوں۔ وغیرہ وغیرہ۔ ماچسوں کو ان کے سائز کے اعتبار سے بھی الگ الگ حصوں میں بانٹا جا سکتا ہے۔

دنیا کا سب سے پرانا ماچس لیبل جان واکر والی ماچس کا لیبل ہے۔ تاہم اس وقت ماچسوں کے شائقین کے پاس جو لیبل محفوظ ہیں۔ ان میں قدیم ترین لیبل ۱۸۳۰ء کا ہے۔ جو سیموئیل جونس کا ہے۔ دنیا میں ماچسوں کا سب سے بڑا ذخیرہ جاپان کے تیچی یوشی زاوا کے پاس ہے۔ یوشی زاوا ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئے تھے اور انہوں نے بیس سال کی عمر سے ماچسیں جمع کرنے کا آغاز کیا تھا۔ اس وقت ان کے پاس سو سے زیادہ ممالک کی ۷،۰۸۰،۷۷۵ ماچسیں محفوظ ہیں۔

گتے کی ماچس کی تیاری کے چھ مختلف مراحل۔

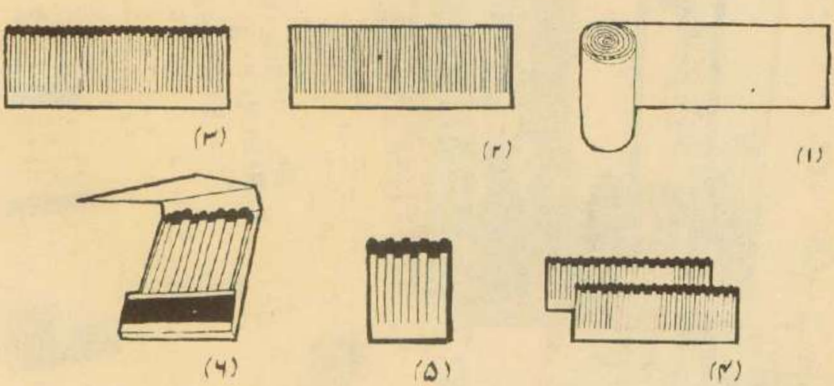

علم کے طالب دوستوں کے لئے

گرین گائیڈ اکیڈمی کا حسین تحفہ

قرآنی حکایات پر مبنی سچی اور دلچسپ کہانیاں

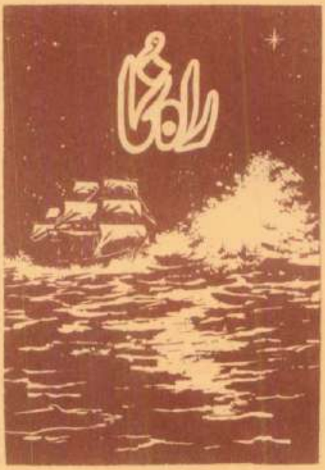

۱۰۴ صفحات ، دیدہ زیب سرورق ،

خوبصورت طباعت ، آفسٹ پیپر ،

کتاب منگوانے کے لئے ۱۰ روپے کا منی آرڈر بھجوائیں

گرین گائیڈ اکیڈمی. ڈی ۱۱۲- سائٹ کراچی ۱۶

اچھا پڑھیے

آگے بڑھیے

ماہنامہ
آنکھ مچولی

آپ کی علمی ضرورت بھی ہے اور آپ کے ادبی
ذوق کی تسکین کا ذریعہ بھی

اسے باقاعدگی سے پڑھنے کے لئے
اور اس کے حصول کو آسان بنانے کے لئے

ہماری خصوصی بچت اسکیم میں شامل ہو جایئے

اس میں مالی منفعت بھی ہے اور عملی فائدہ بھی
اسے حاصل کرنے کی ذمہ داری ہم پر ڈال دیجئے

ماہنامہ آنکھ مچولی (خصوصی بچت اسکیم) گرین گائیڈ اکیڈمی

ڈی۔ ۱۱۲ سائٹ کراچی نمبر ۱۶

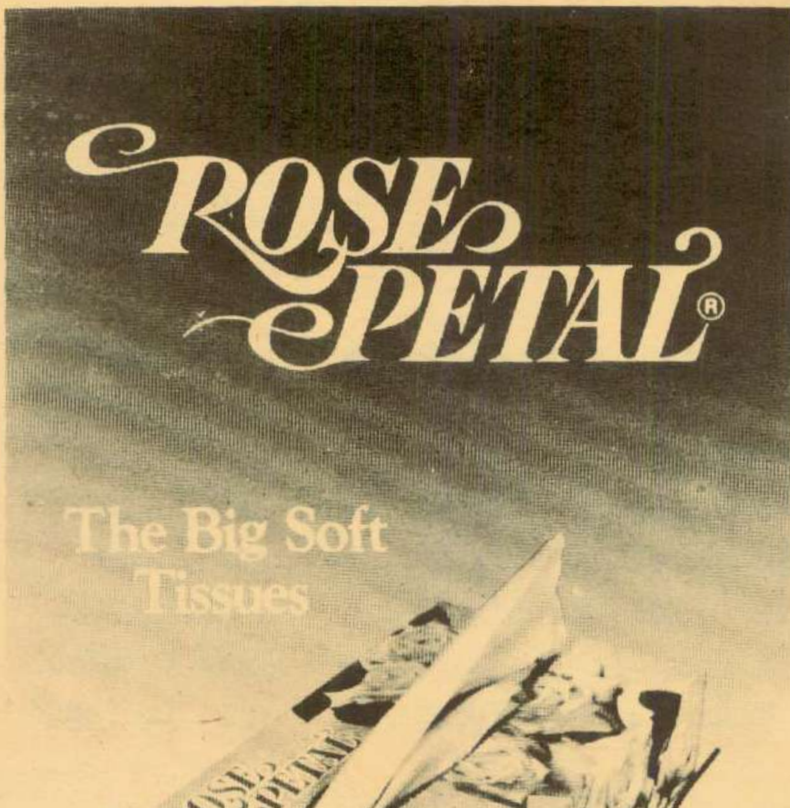
ROSE PETAL®
The Big Soft Tissues
ROSE PETAL
A Product of Packages Ltd

اسلام کے ننھے شاہین

محمد یعقوب غزنوی

فوجوں کی روانگی کا وقت ہو چلا تھا اسلام کے جاں نثاروں پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نظر ڈالی آپ کی نظر ایک ضعیفہ پر پڑی جو اپنے دو کمسن بچوں کو لے کر آ رہی تھی آپؐ نے فرمایا کہو کیسے آنا ہوا۔ ضعیفہ کہنے لگی یا رسول اللہ آپؐ پر میرے ماں باپ قربان میرے ان دونوں بچوں کو جنگ میں شرکت کی اجازت فرمائیں۔

رسول اکرمؐ نے ایک محبت بھری نظر ان بچوں پر ڈالی جو کہ ابھی بہت چھوٹے تھے۔ آپؐ نے فرمایا یہ بچے جنگ میں شامل نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ ابھی چھوٹے ہیں یہ سنتے ہی وہ دونوں بچے پنجوں کے بل کھڑے ہو کر اپنا قد بڑھاتے ہوئے بولے یا رسول اللہؐ دیکھئے اب تو ہم کافی بڑے لگتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ان کی ضد اور جذبے کو دیکھتے ہوئے انہیں جنگ میں شرکت کی اجازت دے دی۔

یہ جنگ تاریخ اسلام کی عظیم جنگ تھی تاریخ میں اسی جنگ کو جنگ بدر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور جو کم عمر بچے اس جنگ میں شریک ہوئے تھے عفرءؓ نامی خاتون کے بچے معوذؓ اور معاذؓ تھے۔ جنگ شروع ہوئی تو سرداران کفار کے علاوہ بڑے بڑے ماہر جنگجو سپہ سالار بہ یک وقت اسلامی لشکر کے خلاف برسرپیکار تھے۔ یہی وہ جنگ تھی جس میں اسلام کا مشہور دشمن ابوجہل بھی شامل تھا اور اپنے لشکر کی نمائندگی کر رہا تھا۔

جنگ شروع ہوئی اور رفتہ رفتہ زور پکڑتی گئی تلواروں کی آوازیں زخمیوں کی چیخیں عجیب خوفناک سماں تھا حضرت ابن مسعودؓ بھی اسی جنگ میں شریک تھے ان کے دائیں بائیں معوذؓ اور معاذؓ اپنے ہاتھوں میں تلواریں لئے دشمنوں کا صفایا کر رہے تھے۔

عالم کمسنی میں نوجوانوں جیسے کام کرنے والے ان بچوّں نے حضرت ابن مسعودؓ سے دریافت کیا کہ ابوجہل کہاں ہے۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا تم ابوجہل کو کیوں پوچھ رہے ہو معاذؓ نے کہا ہم نے سنا ہے کہ وہ بدبخت رسول خدا کی شان میں گستاخیاں کرتا ہے ہم اسے جہنم رسید کرنا چاہتے ہیں۔

ابن مسعودؓ نے مسکراتے ہوئے کہا کہ ابوجہل کفار مکہ کا بڑا جنگجو سپہ سالار ہے وہ بڑا ہی چالاک اور مکار ہے تم اس تک کیسے پہنچو گے معوذؓ اور معاذؓ نے زیادہ ضد کی تو ابن مسعودؓ نے کہا کہ میں تمہیں ابوجہل کے آنے پر اطلاع دوں گا۔

لڑائی کے دوران اچانک ابن مسعودؓ کی نظر ابوجہل پر پڑی تو انہوں نے معوذؓ اور معاذؓ کو خبردار کیا کہ وہ سامنے ابوجہل آرہا ہے۔

ابوجہل کو دیکھتے ہی کم عمر معوذؓ اور معاذؓ تلواریں ہاتھ میں لئے عقاب کی مانند ابوجہل پر جھپٹے۔ اتنا بڑا جنگجو سردار اچانک اس حملے سے گھبرا گیا وہ ابھی سنبھل بھی نہ پایا تھا کہ دونوں بچوّں نے اپنی تلواریں ابوجہل کے پیٹ میں گھونپ دیں ابوجہل شدید زخمی حالت میں نیچے گرا اور زخموں کی شدّت سے تڑپنے لگا۔ اسی عالم میں ابن مسعودؓ وہاں پہنچے اور ابوجہل کا سر تن سے جدا کر دیا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا ابوجہل میری امت کا سب سے بڑا فرعون تھا۔

ایک خاکروب نے کہا ۔۔۔۔۔۔

میں پورے محلّہ کی گندگی صاف کرتا ہوں، ہر نالی اور ہر گڑھے کو بدبُو سے پاک کرتا ہوں۔ خدا نے مجھے پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ میں پوری بستی کو کوڑے کرکٹ، گندگی و نجاست سے پاک و صاف رکھوں اور میں اپنے اس فرض کو پوری تندہی سے انجام بھی دے رہا ہوں۔ لیکن یہ صاف ستھری بستی آخر کس کام کی ـــــ اگر اس میں بسنے والوں کے اخلاق گندے ہو جائیں اور ان کے کردار میں بدبُو پیدا ہو جائے!"

تحریری مباحثہ

اس ایوان کی رائے میں

"رسائل کبھی پرانے نہیں ہوتے"

موافقت

رسائل کی پیشانی پر مہینے اور سال کا نام تو محض قانونی خانہ پُری ہے ورنہ رسائل تو علمی تحریروں کا مجموعہ ہیں اور علم کبھی پرانا نہیں ہوتا۔

مخالفت

اگر رسائل پرانے نہ ہوتے تو ردّی کا مال بننے کے بجائے لائبریریوں اور شیلف کی زینت بنتے۔ نیا رسالہ انسان کی نفسیاتی ضرورت اور پرانے رسائل نظر انداز کرنے کے قابل ہیں۔

- موضوع کی موافقت یا مخالفت میں آپ کے تحریری دلائل (انداز آنکھ مچولی کے دو صفحات پر مشتمل ۵ نومبر ۸۶ء تک لازماً مل جانے چاہئیں۔
- تین بہترین تحریروں کو دسمبر کے شمارے میں شائع کیا جائے گا۔ اوّل، دوم اور سوم انعامات کے علاوہ دیگر خوبصورت تحریروں پر خصوصی انعامات بھی دیئے جائیں گے۔ یہ انعامات، معلوماتی اور قیمتی کتب کے علاوہ آنکھ مچولی کے ۶ یا ۱۲ شماروں کی صورت میں ہوں گے

اپنے مضامین اس پتے پر بھجوائیں

تحریری مباحثہ ماہنامہ آنکھ مچولی۔ گرین گائیڈ اکیڈمی ڈی۔۱۱۲ سائٹ کراچی ۱۶

مقابلۂ کہانی نویسی

۱۰۰۰۰ روپے بطور انعام

• آپ بہت اچھے ادیب ہیں — آپ کی تحریریں لاکھ اثر انگیز سہی مگر کیا آپ بچوں کے لئے بھی بہترین کہانیاں تخلیق کر سکتے ہیں —؟

• — اگر آپ کا جواب "ہاں" میں ہے تو پھر قلم اٹھایئے،

• ممکن ہے خوش بختی آپ کی منتظر ہو۔

• ہم بہترین کہانیوں پر دس ہزار روپے بطور انعام پیش کر رہے ہیں۔

انعامات

پہلا انعام — چار ہزار روپے

دوسرا انعام — دو ہزار پانچ سو روپے

تیسرا انعام — ایک ہزار روپے

پانچ انعامات — پانچ سو روپے فی انعام

پچاس انعامات — بہترین کتب

مقابلے میں شرکت کیلئے مندرجہ ذیل باتیں پیش نظر رہیں

• کم از کم تین کہانیاں بھجوانا ضروری ہے جو ایک سیٹ تصور ہوگا۔ بہترین سیٹ ہی انعام کا حق دار ہوگا۔

• کہانی کی طوالت، ماہنامہ "آنکھ مچولی" کے کم از کم ۴ صفحات، تحریر صاف اور خوشخط، کاغذ کے ایک جانب ایک سطر چھوڑ کر لکھیں۔

• موضوعات کی کوئی قید نہیں مگر نیا پن شرط ہے۔ انداز سادہ، عام فہم، اور دلنشیں ہونا چاہیئے، تحریر میں تجسس اور اصلاح کا پہلو ضروری ہے۔

• ہر کہانی عقل سے قریب تر ہو، دیو مالائی انداز کے قصے کہانیاں، ناقابلِ قبول ہوں گی،

• تحقیق کے بعد اگر کوئی کہانی نقل شدہ پائی گئی تو اُسے مقابلے سے خارج کر دیا جائے گا۔

• کہانی کی نقول اپنے پاس محفوظ رکھیں، کیونکہ کوئی کہانی قابل واپسی نہ ہوگی، کہانی کے ساتھ نام اور مکمل پتے کے علاوہ شناختی کارڈ کی فوٹو اسٹیٹ کاپی آنا ضروری ہے۔

• انعام یافتہ کہانیوں کے علاوہ دیگر معیاری کہانیوں کو آنکھ مچولی کی کسی آئندہ اشاعت میں لکھنے والے کے نام کے ساتھ شائع کر دیا جائے گا۔

• ادارے کی طرف سے تشکیل کردہ کہانیوں کی جانچ اور انعامات کا فیصلہ کرنے والی کمیٹی کا فیصلہ حتمی ہوگا۔

کہانیاں ۳۰ نومبر ۸۶ تک لازماً ارسال کر دیں

کہانیوں کے معیار اور مزاج کو سمجھنے کے لئے مارکیٹ میں موجود ماہنامہ آنکھ مچولی دیکھا جا سکتا ہے

ماہنامہ آنکھ مچولی گرین گائیڈ اکیڈمی ۱۱۲- ڈی سائٹ کراچی ۱۶

ہوئیسٹ

ڈراپس

گلے کی خراش
کیلئے انتہائی موثر

ٹیپو انٹرپرائز ۹-ڈی پیپلز کالونی، فیصل آباد

قسط نمبر ۲

رُومی بھیس بدلتا ہے

عظیم سرور

رومی بچوں کی ایک فلم دیکھنے کے لئے گھر سے نکلا، ایک کار اس کے پاس آکر رکی، ایک شخص نے تیزی سے کار سے اُتر کر ایک رومال اس کی ناک پر رکھا، رومی کا سر چکرانے لگا۔ اسے ہوش آیا تو وہ ایک کمرے میں قید تھا۔ تھوڑی دیر میں اُسے کمرے سے نکال کر ایک بڑے سجے سجائے کمرے میں لے جایا گیا جہاں ایک تخت پر ایک موٹا سا شخص بیٹھا تھا۔ سب اس شخص کو گرو کہہ رہے تھے۔ رومی کو کسی سیٹھ رفیق کے بیٹے کے دھوکے میں پکڑ کر لایا گیا تھا۔ رومی نے بتایا کہ وہ سیٹھ رفیق کا بیٹا نہیں ہے۔ فوراً سیٹھ رفیق کے بیٹے کی تصویر منگوائی گئی اور پتہ چلا کہ موٹے گرو کے آدمیوں نے غلطی کی تھی۔ موٹے گرو نے سیٹھ رفیق کے بیٹے کو پکڑنے کے لئے کہا اور رومی کے بارے میں کہا کہ اسے بھی ختم کر دو کیونکہ اس نے ہم لوگوں کو دیکھ لیا ہے۔ رومی کو کمرے میں بند کرتے وقت وہ شخص کلوروفارم کی شیشی کمرے میں چھوڑ گیا۔ اس شیشی کو لے کر رومی آئندہ لمحوں کا انتظار کرنے لگا۔ ایک شخص کھانا لے کر آیا تو رومی نے اُسے بے ہوش کیا اور پھر وہاں سے نکل کر موٹے گرو کے کمرے سے چابیاں نکال کر بنگلے سے باہر پہنچ گیا۔ باہر نکل کر اس نے دیکھا، شہر کا فیشن ایبل علاقہ تھا۔ اس نے ایک رکشہ روکا۔ اسے اپنے محلے کا پتہ بتایا۔ رکشہ تیزی سے اس کے گھر کی طرف دوڑنے لگا لیکن اس سے زیادہ تیزی سے رومی کا دماغ دوڑ رہا تھا۔ جس میں نہ جانے کیا کیا باتیں آ رہی تھیں۔

رومی نے رکشہ اپنے گھر کے سامنے رُکوایا۔ تو اُسے گھر میں سے امی کے رونے کی آواز سنائی دی۔
اُس نے رکشے والے سے کہا۔
" میں ابھی اندر سے پیسے لاتا ہوں "
جلدی سے دروازہ کھول کر گھر کے اندر داخل ہوا۔
رومی کو دیکھتے ہی مُنّا چیخ اُٹھا۔
" بھائی جان آگئے۔ بھائی جان آگئے "
اور پھر گھر میں ایک شور سا مچ گیا۔ پورے محلّے کی عورتیں رومی کے گھر میں جمع تھیں اور رومی کی امی کے پاس بیٹھی ہوئی انہیں دلاسا دے رہی تھیں۔
رومی کی امّی آگے بڑھ کر رومی سے لپٹ گئیں۔
" کہاں چلے گئے تھے میرے بیٹے "
" ابھی بتاتا ہوں امّی جان۔ آپ بیٹھئے تو "
" نہیں پہلے بتاؤ۔ تمہیں میرا بھی خیال نہ آیا۔ صبح کے نکلے ہو اور اب آدھی رات کو گھر واپس آرہے ہو "
" شکر کیجئے امّی جان کہ آدھی رات کو تو واپس آگیا "
" ہائے اللہ میرے بچّے " کہہ کر وہ رومی کے سَر کو چومنے لگیں۔
رومی نے کہا " امّی جان! پہلے رکشے والے کو پیسے دے دیجئے۔ پھر میں ساری کہانی سُناتا ہوں "
رومی کی امّی نے جلدی سے پیسے نکال کر رکشے والے کو بھجوائے اور پھر کہنے لگیں۔
" ہاں بیٹا مجھے بتا تجھے کیا ہوگیا تھا "
رومی کی امّی رومی کے کارناموں سے واقف تھیں۔
کئی مرتبہ وہ رومی کو منع بھی کرچکی تھیں۔ وہ کہا کرتی تھیں۔

"رومی! یہ بہت خطرناک کام ہے۔"
"میرے لال! خدانخواستہ کبھی تجھے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔"
لیکن رومی ہر بار بس یہی کہہ کر ٹال دیتا۔
"امی جان! جب تک آپ کی دعائیں میرے ساتھ ہیں۔ کوئی میرا بال بیکا نہیں کرسکتا۔"

رومی خود بھی اپنی طبیعت سے مجبور تھا۔ جب کوئی انوکھا واقعہ دیکھتا یا سُنتا تو وہ اُس کی جڑ تک پہنچنے کے لئے بے تاب ہو جاتا۔ اُس کے دماغ میں طرح طرح کے خیالات آتے۔ اور پھر جیسے اُس کا دماغ اُسے حکم دیتا کہ تم اِس معاملے کا سراغ لگاؤ۔

اس وقت بھی انہیں یقین ہوگیا کہ رومی نے کسی معاملے کا کھوج لگانے کی کوشش کی ہوگی۔

اور اسی وجہ سے وہ کسی مصیبت میں پھنس گیا۔ اسی لئے وہ واقعے کے بارے میں جاننے کو بے چین نظر آنے لگیں۔

رومی نے کہا۔
"امّی جان! یہ قصّہ بڑا ہی لمبا اور عجیب ہے۔
آپ پہلے مجھے کھانا تو کھلا دیجئے۔"
رومی کی امّی نے کہا۔
"میرا لال اب تک بھوکا ہی تھا اور دیکھو مجھے بھی خیال نہ آیا"

وہ اُٹھ کر تیزی سے باورچی خانے کی طرف گئیں۔ رومی بھی اُن کے پیچھے پیچھے باورچی خانے میں چلاگیا۔
اور کہنے لگا۔
"میں نے آپ کو کھانا کھانے کے لئے اس لئے کہا کہ میں سب کے سامنے یہ بات نہیں سنا سکتا تھا۔"
رومی کی امّی نے حیرت سے اُس کی طرف دیکھا۔ اور کھانا گرم کرنے کے

لئے پتیلی چولہے پر رکھ دی۔ پھر وہ بولیں۔
" رومی! میرا خیال ہے میں سب عورتوں کا منہ تو میٹھا کرا دوں"
"جی ہاں امیّ جان۔ ضرور"
" تو کیا اِس وقت مٹھائی مل جائے گی"
" اس وقت یہاں تو مشکل ہے"
" اچھا تو کل سب کے گھر بھجوادوں گی"
کھانا گرم ہو چکا تو رومی کو کھانا دے کر رومی کی امیّ پھر محلّے کی عورتوں کے پاس آ بیٹھیں۔ عورتیں اب تک مبارک باد دے رہی تھیں۔
کوئی عورت یہ پوچھتی۔
" کہاں چلا گیا تھا رومی بیٹا"
رومی کی امیّ اُس کو جواب دیتیں؟
بہن!
ابھی سارا واقعہ سنائے تو پتہ چلنے پر تمہیں بھی بتا دوں گی۔

آہستہ آہستہ عورتیں اپنے اپنے گھروں کو جانے لگیں۔ جب سب عورتیں رخصت ہوئیں تو رومی مُنّے کو گود میں لے کر بیٹھ گیا۔
اُس نے امیّ سے کہا۔
"اُبو جان نہیں آئے"
"تمہیں ہی ڈھونڈنے گئے ہیں۔
جانے کہاں کہاں پتہ کرنے جا رہے ہوں گے۔
بہت پریشان تھے"
رومی نے کہا۔" امیّ اگر آپ اجازت دیں تو میں باہر جاکر دیکھوں"
" نہیں نہیں" رومی کی امیّ ڈری ہوئی تھیں۔ کہنے لگیں۔
" ابھی آتے ہی ہوں گے"
رومی مُنّے کو پیار کرنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا۔

" امّی بے چاری کو الگ پریشانی ہوئی "
" ابا جان بھی پریشان گھوم رہے ہوں گے "
اور! "منّا بے چارہ اب تک جاگ رہا ہے "
پھر دو تین گھنٹے پہلے کے واقعات اُس کے ذہن میں گونجنے لگے۔ موٹے گرُو اور سُرخ قمیضوں والوں کے بارے میں سوچ کر وہ کانپ اٹھا۔
" اگر میں بھاگ نکلنے میں کامیاب نہ ہوتا تو امّی اور ابا میری شکل تک دیکھنے کو ترس جاتے۔ اور پھر مُنّا کسے بھائی جان کہتا۔
اُس نے سوچا " اس بار تو میں نے کسی کا پیچھا نہیں کیا تھا۔ خود بخود ایک مصیبت میرے گلے پڑ گئی "
سوچتے سوچتے اُسے سیٹھ رفیق کے لڑکے کا خیال آیا۔ اگر رومی کی جگہ وہ پکڑا جاتا۔ تو جانے کیا ہوتا۔
یہ سوچ کر رومی کو موٹے گرُو میں دلچسپی پیدا ہوئی۔
وہ سیٹھ رفیق کے لڑکے کو اپنے پاس رکھ کر سیٹھ رفیق کو کیا سزا دینا چاہتا تھا۔
وہ اصل میں کون ہے اور اس کا گرُو کیا کام کرتا ہے۔
ابھی سوچ میں گم تھا کہ باہر ٹیکسی آکر رُکی۔ مُنّا جس کی آنکھ لگ گئی تھی۔ ایک دم چونک اُٹھا۔
" ابّو! آ گئے۔ ابو آ گئے "
اور پھر وہ رومی کی گود سے نکل کر صحن کے دروازے کی طرف بھاگا
رومی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔
رومی اُٹھا اور اس نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ اُس کے ابّو جان ٹیکسی والے کو پیسے دے رہے تھے۔
مُنّے نے ابا کو دیکھ کر شور مچادیا۔

" ابّو جان۔ بھائی جان آ گئے۔ دیکھئے یہ رہے بھائی جان "
رومی کے ابّو نے پلٹ کر دیکھا۔

اور وہ پیسے دینا بھول گئے۔ لپک کر رومی کی طرف بڑھے، اور بولے "کہاں تھے بٹیا تم۔ میں تو سارے شہر میں ڈھونڈ آیا"
رومی نے کہا " ابّا جان!
مجھے بڑا افسوس ہے میری وجہ سے آپ کو پریشانی ہوئی۔
آپ اندر تشریف لائیے تو میں سارا واقعہ سناتا ہوں "
رومی کے ابّا نے ٹیکسی والے کو نوٹ دے کر کہا۔
" باقی پیسے کی تم مٹھائی کھالینا "
پھر وہ رومی کی کمر پر ہاتھ رکھ کر گھر کے اندر داخل ہوتے ہوئے بولے۔
" مجھے یقین ہے تم ضرور کسی کا پیچھا کرنے میں لگ گئے ہوگے۔

"لیکن بیٹے یہ تو سوچنا چاہیئے تھا کہ ہمیں تمہاری کتنی فکر لگی رہتی ہے؟
رومی نے کہا
" ابّا جان!
مجھے اس بات کا احساس ہے لیکن کیا بتاؤں اس مرتبہ تو مصیبت خود میرے گلے پڑ گئی۔
رومی کی امّی بھی قریب آن بیٹھیں۔
اور پھر
رومی نے بس اسٹاپ کے واقعے سے اپنا قصّہ سُنانا شروع کیا۔
رومی نے قصّہ ختم کیا تو منّا سوچکا تھا امّی کے چہرے پر خوف پھیلا ہوا تھا۔ اور ابّا جان کسی سوچ میں گم تھے۔
آخر رومی بولا۔

"کیا سوچ رہے ہیں آپ ابّا جان"

میں یہ سوچ رہا ہوں کہ یہ کوئی بہت خطرناک گروہ ہے اور یہ آئندہ بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

رومی نے کہا: "پھر اُس کے لئے کیا کیا جائے؟"

"میرا خیال ہے پولیس کو اطلاع کی جائے۔"

"لیکن ابّا جان پہلے سیٹھ رفیق کو یہ بتادیجیے کہ وہ اپنے بیٹے کی حفاظت کریں۔"

رومی نے مشورہ دیا۔

رومی کے ابّا بولے: "مگر سیٹھ رفیق کا پتہ کیسے لگایا جائے۔"

رومی کے ذہن میں اُس وقت ایک خیال آیا۔

دوسرے کمرے میں جاکر وہ ٹیلی فون نمبروں کی کتاب اٹھالایا اور اُس میں سیٹھ رفیق کا نمبر تلاش کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اُسے سیٹھ رفیق کا نمبر مل گیا۔ ساتھ ہی اُن کے بنگلے کا پتہ بھی لکھا ہوا تھا۔

رومی نے اپنے ابّا کو وہ نمبر دکھایا۔ انہوں نے رومی کی حاضر دماغی کی داد ایک محبّت بھری مسکراہٹ سے دی، اور پھر دوسرے کمرے میں جاکر ٹیلی فون کے نمبر گھمانے لگے۔

دوسری طرف ٹیلی فون کی گھنٹی کافی دیر تک بجتی رہی۔ پھر کسی کی تھکی سی آواز سنائی دی۔ "ہیلو"

رومی کے ابّا نے کہا: "یہ سیٹھ رفیق صاحب کا گھر ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی: "جی ہاں۔ کیا بات ہے؟"

رومی کے ابّا نے آواز سے محسوس کرلیا تھا کہ بولنے والا سوتے میں سے اٹھا ہے اور اس وقت نیند اُس پر سوار ہے، اس لئے انہوں نے پھر پوچھا۔

"جناب دیکھئے! کیا یہ سیٹھ رفیق صاحب کا گھر ہے؟"

دوسری طرف کے آدمی نے کہا۔
" آدھی رات کو کیوں تنگ کرتے ہو۔ کہہ تو دیا ہاں۔ جی ہاں "۔
" تو کیا آپ سیٹھ رفیق صاحب بول رہے ہیں "؟
" جی ہاں "۔ دوسری طرف کا آدمی بیزاری سے بولا۔
رومی کے ابّا کو اب اطمینان ہوگیا۔ انہوں نے کہنا شروع کیا۔
" سیٹھ صاحب! میں معافی چاہتا ہوں کہ آپ کو آدھی رات کے وقت تکلیف دی۔
اصل میں معاملہ بہت خطرناک اور ضروری تھا۔
دوسری طرف سے آواز آئی " کیا ہوگیا بھائی جلدی بتا دیجئے آپ کون بول رہے ہیں "؟
رومی کے ابّا نے کہا " میں آپ کا ایک ہمدرد بول رہا ہوں۔ آپ پہلے یہ بتائیے کہ آپ کا بیٹا خیریت سے گھر پر موجود ہے نا "؟

دوسری طرف سے آواز آئی " جی ہاں! وہ سو رہا ہے۔ لیکن خیریت تو ہے۔ آپ مجھے پوری بات کیوں نہیں بتاتے "؟
" سیٹھ صاحب! آپ کا کوئی دشمن آپ کے لڑکے کو اغواء کرنا چاہتا ہے "۔ اتنا کہہ کر رومی کے ابّا نے پورا واقعہ سُنانا شروع کیا۔
" بھائی صاحب! تو اب کیا کرنا چاہیئے "؟
رومی کے ابّا نے کہا " پولیس کو اطلاع دینی چاہیئے "۔
سیٹھ رفیق نے کہا " ٹھیک ہے۔ لیکن کیا آپ میرے ساتھ تھانے چلیں گے "؟
رومی کے ابّا نے کہا۔ " جی ہاں کیوں نہیں "۔
" تو میں آپ کے گھر آتا ہوں اور آپ کے ساتھ تھانے چلوں گا "۔
رومی کے ابّا نے سیٹھ رفیق کو اپنے گھر کا پتہ بتا دیا پھر وہ سیٹھ رفیق کی گاڑی کا انتظار کرنے لگے۔

گلی میں کار کا ہارن گونجا تو رومی اپنے ابّا کے ساتھ باہر نکلا۔ کار کو ڈرائیور چلا رہا تھا۔ پچھلی سیٹ پر ایک دُبلا پتلا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ پیلا پڑا ہوا تھا اور آنکھوں میں نیند بھری ہوئی تھی۔ رومی اور اُس کے ابّا کو دیکھتے ہی اُس نے کار کا دروازہ کھولا۔ اور چلاّنے کے انداز میں بولا۔

"آیئے بھائی صاحب! آیئے۔ تشریف لایئے"۔

رومی کے ابّا کار میں بیٹھ گئے۔

"اچھا یہ ہے وہ بیٹا"۔ سیٹھ رفیق نے رومی کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔ "بیٹا آگے بیٹھ جاؤ تم۔ ڈرائیور کے ساتھ"۔

رومی کار میں بیٹھ گیا۔۔۔ تو سیٹھ رفیق نے ڈرائیور سے کہا۔

"پولیس اسٹیشن چلو"۔

پولیس اسٹیشن پہنچ کر کیا ہوا؟
یہ آئندہ شمارے میں پڑھیے۔

"آنکھ مچولی"

ثمینہ ادم نیازی
فارسٹ کالونی ـــــ نواں شہر جھنگ

آئیں سب ہم جولی
مل کر شور مچا ئیں
کھیلیں آنکھ مچولی
گیت خوشی کے گا ئیں
چندا کی ہے چاندنی
کھیلیں کھیل پیارے
پھیلی ہر سو روشنی
ملکر دوست سارے
کونے کونے چھُپ جائیں
لیکن یہ بھی تو دیکھو
ہاتھ نہ لگنے پا ئیں
پڑھنا بھی تو ہے سب کو
اکڑ بکڑ بھی کھیلیں
وقت پہ سارے کام کریں
گلی ڈنڈا بھی کھیلیں
روشن اپنا نام کریں

اٹلس
پاکستان میں پہلی مرتبہ
آسٹرو پاک
کلیپر فین
برقی پنکھوں کی ٹیکنالوجی میں آسٹرین
سائنس کی اختراعی پیشکش
آپ کے حکم کے تابع - بغیر ہاتھ لگائے
حکم کریں پنکھا چلے
حکم کریں پنکھا رُکے
وال/ٹیبل/پیڈسٹل فین کے بطور
اِستعمال کیا جاسکتا ہے۔
* بجلی کے خرچ میں ۵۰ فیصد بچت * غیر معمولی ہلکا پنکھا
* شاک پروف * انتہائی خوشنما * اسٹریملائنڈ باڈی
* بے حد پائیدار * زنگ سے محفوظ - آواز سے مبرا
* متعدد پائیدار رنگوں میں دستیاب
* تحفے تحائف میں دینے کے لئے بے نظیر
ایک سال کی گارنٹی
کوئی شکایت ہو تو فون 233667
کرکے فوری ہوم سروس
حاصل کیجئے۔
البرخت پاکستان (پرائیویٹ) لمیٹڈ
پہلی منزل، نسروانجی بلڈنگ، محمد بن قاسم روڈ۔ کراچی۔ فون: ۲۳۳۶۶۷
MASS

[illegible] ---- ---- ---- ---- [illegible]

[illegible] ---- ---- ----

[illegible]

[illegible]

[illegible] ...... [illegible] ...... [illegible]

[illegible] ...... [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

آنکھ مچولی ایک رسالہ ـــــــ ہے بچّوں کے پڑھنے والا
اس میں کھیل ذہانت کا ہے ـــــــ قصہ علم و حکمت کا ہے
معلومات بڑھائے گا یہ ـــــــ ہر دل پر چھا جائے گا یہ
بچّوں کا محبوب رسالہ ـــــــ واہ بھئی واہ کیا خوب رسالہ

ڈاک ٹکٹ
یہاں لگائیں

ماہنامہ
آنکھ مچولی

گرین گائیڈ اکیڈمی
ڈی ـــ ۱۱۲ ـــ سائٹ ـــ کراچی نمبر ۱۶
پاکستان

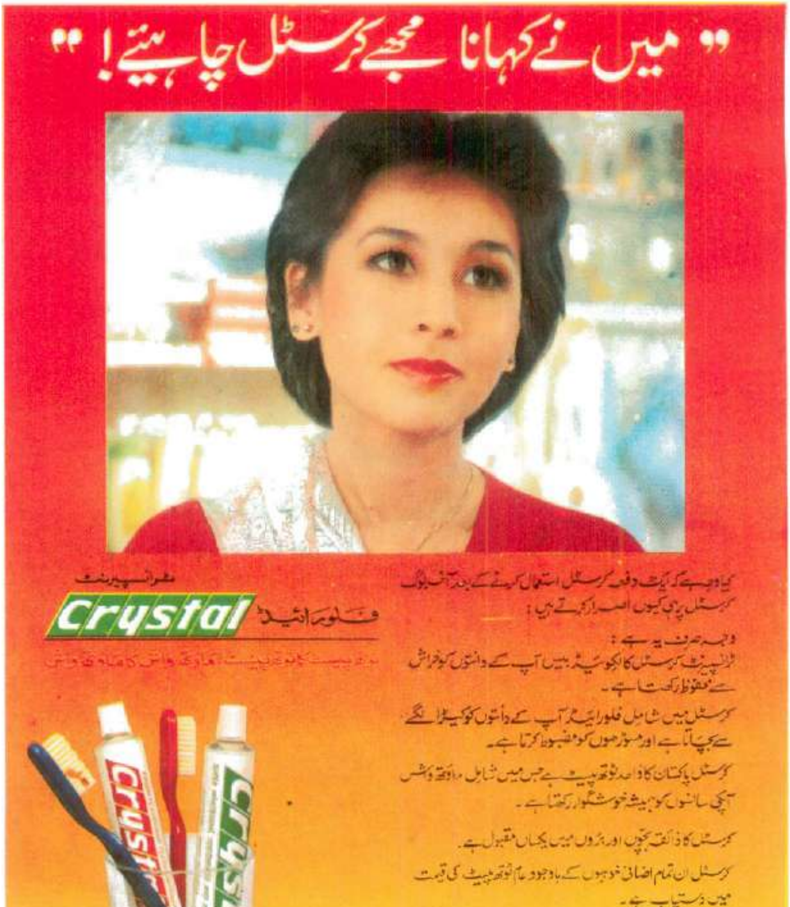
"میں نے کہا نا مجھے کرسٹل چاہیئے!"
کیا وجہ ہے کہ ایک دفعہ کرسٹل استعمال کرنے کے بعد آپ لوگ
کرسٹل پر ہی کیوں اصرار کرتے ہیں؛
وجہ صرف یہ ہے:
ٹوتھ پیسٹ کرسٹل کا ایکوسیٹڈ بیس آپ کے دانتوں کو خراش
سے محفوظ رکھتا ہے۔
کرسٹل میں شامل فلورائیڈ آپ کے دانتوں کو کیڑا لگنے
سے بچاتا ہے اور مسوڑھوں کو مضبوط کرتا ہے۔
کرسٹل پاکستان کا واحد ٹوتھ پیسٹ ہے جس میں شامل ماؤتھ واش
آپکی سانسوں کو ہمیشہ خوشگوار رکھتا ہے۔
کرسٹل کا ذائقہ بچوں اور بڑوں میں یکساں مقبول ہے۔
کرسٹل ان تمام اضافی خوبیوں کے باوجود عام ٹوتھ پیسٹ کی قیمت
میں دستیاب ہے۔
فلورائیڈ
Crystal
WITH FLUORIDE & MOUTH WASH
Flavorit
Interflow API 95

کوئس®

مصنوعات بنانے والے پیش کرتے ہیں

- **کوئِس مشروبات :**
کوئِس **لیمن** کے اضافے کے ساتھ اب
چھ مختلف مزیدار ذائقے ۔
آئسکریم، سیب، اناس، سنترہ، ومٹو اور لیمن۔

- **کوئِس اچار :**
مینگو اور مِکس ۔ لذیذ، چٹ پٹے، مزیدار۔

- **کوئِس فیرنی مکس :**
زعفرانی اور سادہ ۔
ایک لیٹر اُبلتے ہوئے دودھ میں ایک پیکٹ
فیرنی مکس ملا کر پانچ منٹ سے دس
منٹ تک پکائیں ۔ فیرنی تیار ۔

- **کوئِس کسٹرڈ پاؤڈر :**
تین مزیدار ذائقے ۔ آپکے ذوق کے عین مطابق۔

IFP-2/IFJ-8/86

TRANSWORLD

تلاش کیجیے

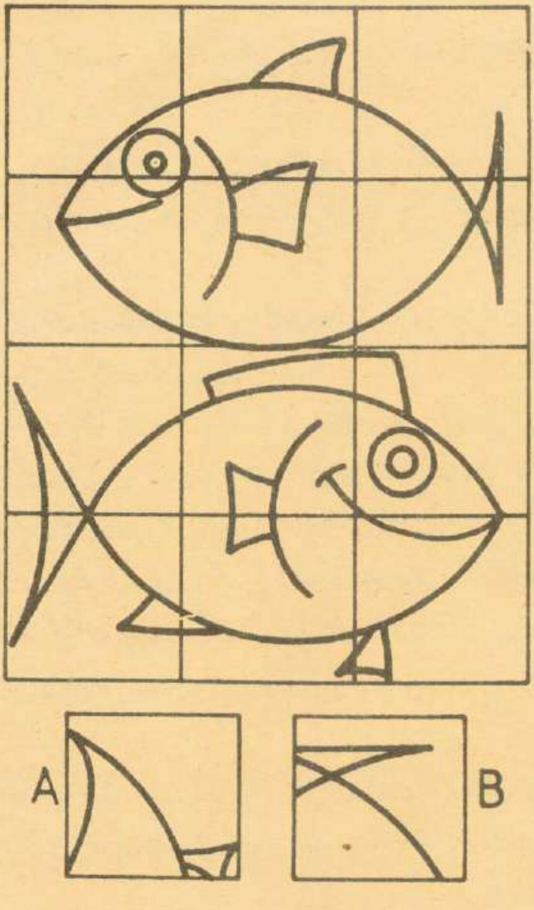

دو چھوٹے خانوں میں نظر آنے والی لائنیں دراصل دونوں مچھلیوں کے حصّے ہیں.. مگر یہ کون سے حصّے ہیں؟

ہمارا جسم

محمد افضل

اللہ میاں کتنے اچھے ہیں - ہم کو پیدا کیا۔ اچھا سا جسم دیا۔ جسم کے بہت سے حصے ہیں - ہر حصہ بڑے کام کا ہے ۔

ہم کو دو ہاتھ دیئے۔ ہاتھوں میں پانچ پانچ انگلیاں بنائیں انگلیوں میں تین تین پور ہیں ہاتھوں سے ہم چیزیں پکڑتے ہیں۔ کھانا اٹھا کر کھاتے ہیں۔ قلم پکڑ کر لکھتے ہیں نہ جانے کیا کیا کام کرتے ہیں۔

ہم کو دو ٹانگیں دیں جن سے ہم چلتے ہیں۔ کھیلتے اور دوڑتے ہیں۔ پیر نہ ہوتے تو ایک ہی جگہ پڑے رہتے۔ پڑے پڑے گھبرا جاتے۔

اللہ میاں نے منہ بنایا جس سے ہم کھاتے ہیں۔ منہ میں زبان رکھی جس سے ہم مزے مزے کی چیزیں چکھتے ہیں۔ بہت سے دانت بنائے جن سے ہم کھانا چباتے اور پھل کترتے ہیں۔ ہم کو دو آنکھیں دیں۔ آنکھوں سے ہم دیکھتے ہیں۔ کھیل تماشہ اور رنگ برنگ کی چیزیں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ اچھی اچھی کتابیں پڑھتے اور دیکھ بھال کر راستہ چلتے ہیں۔ سننے کے لئے دو کان دیئے۔ سونگھنے کے لئے ناک۔ غرض اللہ نے ہمارے جسم میں ضرورت کی ساری چیزیں بنائیں خدا نہ کرے ان میں سے کوئی خراب ہو جائے۔ ورنہ بہت تکلیف ہو گی۔

آپ نے ایسے لوگ دیکھیں ہوں گے جو دیکھ نہیں سکتے۔ ان کی آنکھیں نہیں ہوتیں یا کسی وجہ سے خراب ہو جاتی ہیں۔ انہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ ٹٹولتے ہوئے راستہ چلنے میں کتنی دشواری ہوتی ہے۔

آپ نے لنگڑے بھی دیکھے ہوں گے۔ ان کے پیر نہیں ہوتے۔ لولے بھی دیکھے ہوں گے۔ ان کے ہاتھ نہیں ہوتے۔ بہرے بھی دیکھے ہوں گے ان کے دانت نہیں ہوتے۔ ان بے چاروں کو کن کن مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اللہ کا احسان ہے اس نے ہم کو یہ سب چیزیں دیں ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ جسم کے ان حصوں کی حفاظت کر کے ان سے ٹھیک ٹھیک کام لینا چاہیے۔

جسم کو ٹھیک رکھنے کے لئے روزانہ غسل کرنا چاہیئے میل کچیل اور گندگی سے جسم کے حصے خراب ہو جاتے ہیں۔ دانت صاف نہ ہوں تو ان میں کیڑے پڑ جاتے ہیں جس سے دانت سڑ گل کر گر جاتے ہیں آدمی پوپلا ہو جاتا ہے پھر تو کوئی چیز دانتوں سے چبا نہیں سکتا۔ ان کی حفاظت کے لئے روزانہ مسواک کرنی چاہیے۔ کھانے کے بعد اسے خوب صاف کر لینا چاہیے۔

آنکھوں کی خرابی انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔ سو کر اٹھنے پر انہیں پانی سے اچھی طرح دھو لینا چاہیے۔ رات میں سونے سے پہلے خوب صاف کر کے سرمہ لگا لینا چاہیے۔

کان خراب ہو جائیں تو آدمی بہرا ہو جاتا ہے۔ انہیں صاف رکھنا چاہیے۔

کان پر چوٹ لگنے سے کان کے پردے پھٹ جاتے ہیں۔ کسی ساتھی کو نہ تو کان پر مارنا چاہیے اور نہ اپنے کان کو بلا وجہ کریدنا چاہیے۔ اگر بہتے ہوں تو اپنے بڑوں سے کہہ کر دوا کرا لینی چاہیئے۔

اب آپ جلدی سے ان سوالات کے جوابات دے دیں۔

(۱) ہمارے جسم کے کون کون سے حصے ہیں؟ یہ حصے اللہ نے کس کس کام کے لئے بنائے ہیں؟

(۲) ہم اپنے جسم اور اس کے مختلف حصوں کو کس طرح ٹھیک رکھ سکتے ہیں؟

(۳) آپ آنکھ مچولی کا کھیل کھیلتے ہوں گے ذرا آنکھوں پر رومال باندھ کر یا ہاتھوں سے بند کر کے کچھ دور چلیں دیکھیں کتنی تکلیف ہوتی ہے؟
آپ آنکھوں کی حفاظت کے لئے کیا کرتے

(۴) خالی جگہوں کو بھریں۔

اللہ نے ہمیں ایک اچھا سا......دیا ہے۔ جسم کے بہت سے......ہیں۔ ہر حصہ بڑے ......کا ہے۔ دیکھنے کے لئے دو......ہیں۔ سننے کے لئے دو......سونگھنے کے لئے......ہے۔ مزہ چکھنے کے لئے......ہے۔ پاؤں سے ہم...... ہیں......کام کرتے ہیں۔ جسم کی حفاظت کے لئے روزانہ......کرنا چاہیے۔......کرنے سے دانت مضبوط اور......لگانے سے آنکھیں ٹھیک رہتی ہیں

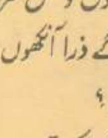

ٹرانزسٹر، ٹارچ اور کھلونوں کیلئے بہترین

الہ دین بیٹری سیل

زیادہ قوت — زیادہ دیرپا

مکمل طور پر قابلِ اعتماد - لیک پرُوف

086.MIL.5

بلیاں

بلیوں پر ایک دلچسپ
معلوماتی سائنسی فیچر

سید عبدالودود شاہ

آپ نے بلیاں تو دیکھی ہوں گی۔ ممکن ہے کہ آپ کے گھر میں بھی بلی پلی ہوئی ہو۔ لیکن بلیوں کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ آیئے آج ہم آپ کو بتاتے ہیں۔ بلی، شیر، شیر ببر، چیتے، تیندوے (دگل دار) کے خاندان کا جانور ہے۔ اس خاندان میں کچھ اور بھی جانور پائے جاتے ہیں جن میں کاراکل اور پوما بھی شامل ہیں۔ شیر اور شیر ببر سے تو آپ واقف ہی ہوں گے اور ان کو چڑیا گھر میں دیکھا بھی ہوگا۔ چیتے کے جسم پر دھبے ہوتے ہیں اور اس کا جسم دبلا پتلا ہوتا ہے لیکن تیندوا خوب موٹا تازہ ہوتا ہے۔ چیتا دنیا کا سب سے تیز رفتار جانور ہے اندازہ ہے کہ یہ ساٹھ سے پچھتر میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ سکتا ہے ان تمام جانوروں کی شکلیں بنیادی طور پر ایک ہی جیسی ہوتی ہیں۔

یہی ان کی پہچان ہے۔ خیال ہے کہ بلی کے خاندان سے ایک شاخ آگے
بڑھ کر شیر اور تیندوے چیتے وغیرہ ہیں۔ یہ سارے کے سارے درندے
ہیں۔ یعنی گوشت کھانے والے جانور ہیں۔ ان کے پنجوں میں تیز ناخن
ہوتے ہیں اور چہرے پر مونچھیں شیر ببرؔ میں البتہ دُم میں آخر میں
بالوں کا گچھاؔ ہوتا ہے اور گردن پر بھی گھنے بال ہوتے ہیں مگر افسوس کہ
اب اس خوبصورت جانور کی تعداد پوری دنیا میں صرف ایک ہزار
رہ گئی ہے۔ کاراکل ترکی میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ اس کا وزن بیس سیر
کے قریب لیکن رفتار چیتے کے برابر یعنی ساٹھ میل کے قریب ہے کاراکل
ترکی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں کالے کانوں والا۔ اس نام کی وجہ
یہ ہے کہ اس کے کانوں پر کالے کالے ـــــ لمبے بال اُگتے ہیں۔ پوما کو آپ
امریکی شیر سمجھ لیں۔ یہ عام شیر سے کچھ چھوٹا ہوتا ہے لیکن نہایت پھرتیلا
اور چالاک جانور ہے۔ براعظم امریکہ میں ہوتا ہے۔ یہ سب مختلف قسم کی
بلیاںؔ ہی ہیں اس لئے انگریزی میں ان سب جانوروں کو بڑی بلیاں
کہا جاتا ہے۔ عام بلیوںؔ کی بھی کئی قسمیں اور مختلف عادتیں
ہیں۔ عام گھروں میں جو بلیاںؔ پائی جاتی ہیں وہ بالکل سیاہ اور بالکل سفید
بھی ہوتی ہیں اور اکثر چتکبری ہوتی ہیں یعنی ان کے جسم پر مختلف رنگوں کے
دھبےؔ ہوتے ہیں۔ بھورے سیاہ، سفید، سرخ رنگوں میں بلیاںؔ عام گھروں
میں پائی جاتی ہیں بسا اوقات ایک ہی خاندان کی بلیاںؔ رنگوں میں بالکل
مختلف ہوتی ہیں یعنی ایک ہی بلیؔ کے بچےؔ ایک دوسرے سے الگ الگ رنگ
کے ہوتے ہیں بعض بچےؔ اپنے ماں باپ کے رنگ کے ہوتے ہیں۔ پیدائش
کے وقت یہ بچےؔ بالکل اندھے ہوتے ہیں۔ رفتہ رفتہ ان کی آنکھیں کھلتی ہیں
بلیوںؔ کے بچےؔ بچپن میں جتنے شریر ہوتے ہیں بڑے ہونے پر ساری شرارت
ختم ہو جاتی ہے۔ بلیؔ ایک بہت کاہل اور سُست جانور ہے۔ اس کو زیادہ
بھاگ دوڑ بالکل پسند نہیں ہے۔ بالکل یہ عادت شیر کی بھی ہے۔ انسے دنیا

کا سب سے کاہل جانور سمجھا جاتا ہے۔ بلّی سوائے مجبوری کے کبھی بھاگتی دوڑتی نہیں ہے۔ بلیّوں کے اپنے پورے خاندان ہوتے ہیں جن میں وہ اپنے بچّوں اور بڑوں کے ساتھ رہتی ہیں۔ مغربی جرمنی میں بلیّوں پر جو تحقیقات ہوئی ہے اس سے معلوم ہوا ہے کہ بلیّوں میں بھی ہماری طرح کچھ آداب پائے جاتے ہیں۔ چھوٹی بلیاں بڑی بلیّوں کی بات مانتی ہیں اوران کے کہنے پر چلتی ہیں۔ بلیّاں اپنے ساتھ کی بلیّوں سے بہت دوستی اور محبّت رکھتی ہیں۔ لیکن اگر کسی اجنبی بلّی نے ان کی سلطنت میں قدم رکھ لیا تو اس کی خیر نہیں جب بلیّوں میں لڑائی ہوتی ہے تو اس پر دانتوں اور ناخنوں کا خوب خوب استعمال ہوتا ہے۔ بہت سی بلیّاں اکثر بیماری سے نہیں بلکہ آپس کی جنگوں سے مرجاتی ہیں۔ بلّی کی اوسط عمر تو پندرہ بیس سال ہوتی ہے مگر ان آپس کے لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے عام طور پر بلیّاں پانچ چھ سال کی عمر میں ہی مر جاتی ہیں۔ بلّی بہت چالاک جانور ہے۔ دشمنوں کو دھوکہ دینے اور اسے بھگانے کے لئے طرح طرح کی ترکیبیں کرتی ہے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ بلّی نے شیر کو ۹۹ کرتب سکھائے لیکن درخت پر چڑھنا نہیں سکھایا۔ لیکن یہ سچ نہیں ہے۔ شیر بھی درختوں پر آسانی چڑھ سکتے ہیں کبھی کبھی تو پورے خاندان درختوں پر آرام فرماتے ہیں۔ لندن کے چڑیا گھر میں ایک شیرنی نے چالیس فٹ اونچے کھمبے پر چڑھ کر تماشائیوں کو حیران کردیا تھا۔!

بلیّوں کی عادتوں کی طرح ان کی کچھ اور باتیں بھی دلچسپ ہیں۔ عام گھریلو بلیّاں کچھ زیادہ خوبصورت نہیں ہوتیں۔ لیکن ایرانی بلّی کو دنیا کی سب سے خوبصورت بلّی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن یہ بڑی نازک مزاج اور شہزادیوں کی طرح رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عام گھروں میں اسے نہیں پالا جاتا۔ زیادہ تر دولت مند گھرانوں میں بڑے اہتمام سے پالی جاتی ہے۔ انگورا نسل کی بلّی بھی کچھ اس طرح سے ہے۔ بلیّوں کی ایک قسم "ایلبنیو" کہلاتی ہے۔ بالکل سفید ہوتی ہے۔ اس کی آنکھیں گلابی رنگ کی ہوتی ہیں۔ یہ قسم اب بہت کم ملتی ہے۔۔

سیامی بلّی جس کا منہ، کان، پنجے اور دم سیاہ ہوتے ہیں۔ پیدائش کے وقت بالکل سفید ہوتی ہے۔ بعض بلیوں کے جسموں پر رنگ اور دھبّے دھاری دار شیر یا چیتے اور تیندوے کی طرح ہوتے ہیں اس وجہ سے شیر کا بچّہ نظر آتی ہیں لیکن بلّی ایک گھریلو جانور ہے۔ شیر کو ابھی پوری طرح پالتو نہیں بنایا جاسکا ہے۔ بلیوں کی ایک قسم جنگلی ہوتی ہے یہ واقعی جنگلی ہوتی ہیں۔ ہر کسی کو کاٹنے کو دوڑتی ہیں۔ اور تقریباً ہر جانور کا گوشت کھا جاتی ہیں۔ یہ قسم پالنے کے لئے بالکل بے کار ہے۔ بلّی کی یادداشت بہت اچھی ہوتی ہے۔ انگلستان میں اس سلسلے میں تجربے کئے گئے۔ گھریلو بلیوں کو گھر سے میلوں دور بند بوریوں میں لے جاکر چھوڑا گیا۔ لیکن بلیاں بعض دفعہ صرف چند گھنٹوں میں واپس گھر پہنچ گیئں ایک دفعہ تو ایسا ہوا کہ بلّی کو چھوڑنے والے صاحب جب اپنے گھر پہنچے تو دیکھا کہ ان کی بلّی ان سے پہلے ہی پہنچ چکی ہے۔ بلیاں کس طرح راستہ دریافت کرلیتی ہیں اور گھر پہنچ جاتی ہیں یہ مسئلہ ابھی حل نہیں ہوسکا۔ ابھی تحقیقات جاری ہے ممکن ہے کچھ اور دلچسپ باتیں سامنے آئیں۔ جیسے کبوتر میلوں دور سے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاتے ہیں یہ مسئلہ بھی کچھ اسی طرح سے ہے۔ بلیاں عام طور پر ہر قسم کا گوشت کھاتی ہیں چوہے ان کے لئے وہی حیثیت رکھتے ہیں جو آپ کے لئے پکوڑے، اس لئے عام طور پر بلیوں کو چوہوں کے خاتمے کے لئے پالا جاتا ہے۔ انسانوں نے سب سے پہلے جن جانوروں کو اپنا خدمت گار بنایا ان میں کتے، بلّی، گھوڑے، گدھے، اونٹ، گائے، بیل وغیرہ شامل ہیں جو انسان کے ساتھ ہزاروں سال سے رہتے آئے ہیں یہ تمام جانور انسانوں سے مانوس ہیں اور اس کے کسی نہ کسی کام آتے ہیں۔ بلّی بھوک میں دوسرے کیڑے مکوڑے بھی کھا جاتی ہے ورنہ عام طور پر ایسا نہیں کرتی چونکہ بہت ہی پیٹو جانور ہے۔ لہٰذا اس کا زیادہ تر وقت غذا کی تلاش میں گزرتا ہے۔ کبھی کبھی تو بلّی اپنے وزن کے آدھے اور برابر کا گوشت بھی ایک ہی دن

میں کھا جاتی ہے۔ اور جب پیٹ بھر جاتا ہے تو اطمینان سے آنکھیں بند کر کے سو جاتی ہے۔ بلّی، شیر واحد جانور ہے جو سونے میں بالکل انسانوں کی طرح چت اور کروٹ کے بل سوتا ہے۔ بلّی سونے کے لئے عموماً کونے کی جگہ منتخب کرتی ہے جیسے میز، تخت، پلنگ، کرسی، صوفے وغیرہ کے نیچے جگہ یا ایسی جگہ جہاں لوگوں کی آمد و رفت کم ہوتی ہو۔

امریکی بحری افواج کی تعداد ۷ لاکھ ۶۳ ہزار ۶۰۰ ہے۔ جس میں ۵۶۹۰۰۰ سیلر اور ۱۹۴۶۰۰ میرینز شامل ہیں۔

○ — دنیا کی سب سے بڑی بڑی فوج چین کی پیپلز ری پبلک آرمی ہے۔ جس میں ۱۹۸۰ء کے وسط تک ۳۰ لاکھ ۶۰ ہزار افراد تھے۔

○ — دنیا میں سب سے بڑی فضائی قوت امریکی فضائیہ ہے۔ جو "یو ایس ایئر فورس" کہلاتی ہے۔ اس کے پاس ۱۹۴۴ء میں ۷۹۹۰۸ طیارے اور ۲۴۱۱۲۹ افراد پر مشتمل ہے ۱۹۸۳ کے اعداد و شمار کے مطابق، حسّاس فضائی قوت کے علاوہ امریکی فضائیہ ۵ لاکھ ۹۹ ہزار افراد پر مشتمل عملہ اور ۵۷۰۰ لڑاکا طیارے ہیں۔

○ — دنیا میں جس ملک پر سب سے زیادہ بمباری کی گئی وہ "لاؤس ہے" ایک اندازے کے مطابق مئی ۱۹۶۴ سے فروری ۱۹۷۳ء کے درمیان (یعنی ۹ سال میں) یہاں ہر قسم کے تقریباً ۲۵ لاکھ (۲½ ملین) بم گرائے گئے۔

○ — دنیا میں مصروف ترین ایئر لائنز کا نظام امریکہ میں ہے۔ جہاں صرف ۱۹۸۳ میں ۲۳۱۵۱۴۴۰۲۰۰۰ میل مسافر بردار پروازیں ہوئیں۔ یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہوگی کہ ۱۹۷۸ کے جائزے کے مطابق صرف ۳۷ فیصد امریکی ایسے ہیں جو اپنی عمر میں کبھی طیارے میں نہیں بیٹھے۔

جہاں قالین وہاں صفائی

سنو وھائٹ

ڈرائی کلیننگ انڈسٹری، کراچی

ہیڈ آفس:

عبداللہ ہارون روڈ فون: ۵۱۱۷۱۱

شاخیں:

- بہادر آباد فون: ۴۱۳۶۹۵
- جمشید روڈ 〃 ۴۱۱۳۰۲
- کھارادر 〃 ۲۲۵۸۰۳
- گارڈن روڈ 〃 ۷۲۲۴۳۳
- برنس روڈ ۲۰۲۳۳۰
- ڈیفنس فیز V فون: ۵۲۶۵۲۹
- امیر خسرو روڈ 〃 ۴۱۳۶۹۵
- راشد منہاس روڈ 〃 ۴۱۱۳۰۲
- حسن اسکوائر 〃 ۵۲۶۵۲۹

سنو وھائٹ

ڈرائی کلیننگ انڈسٹری

ہیڈ آفس: عبداللہ ہارون روڈ، کراچی فون ۵۱۱۷۱۱ ۵۲۶۵۲۹

زونل آفس: صدر بازار، راولپنڈی فون ۶۷۹۸۸ ۶۳۲۵۰

پھول خوشبو صبا اس وطن کے لیے

پھول خوشبو صبا اس وطن کے لیے
نونہالوں کے ہونٹوں کی
ہر اک دعا اِس وطن کے لیے

پھول یہ ہے تو ہم
اس کی مہکار ہیں
وقت آجائے تو دشمنوں کے لیے
مثلِ تلوار ہیں
اپنی ہر اک ادا
اس وطن کے لیے

اس کے دریاؤں سے پھوٹتے
جلترنگ
اس کے جھرنوں میں نغموں کے
کتنے ہیں رنگ
سب عطائے خدا
اس وطن کے لیے

سارے موسم ہیں اس کے
نظاروں میں گم
جس طرح تیرگی ہو
ستاروں میں گم
مہکی مہکی فضا
اس وطن کے لیے

(انجم ریحان اعظمی)

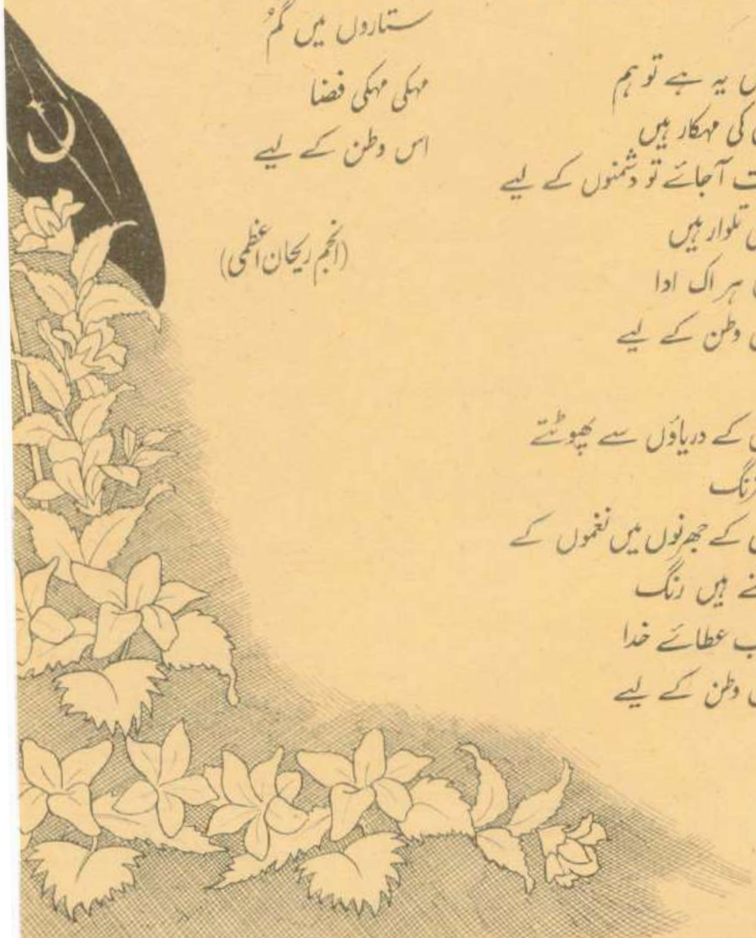

دائرۂ معلومات

ماہانہ مقابلۂ معلومات

اُمِّ رباب جعفری

۱۳ اشاروں کے صحیح جوابات ۱۰ اکتوبر تک موصول ہو جانے چاہئیں۔ تمام جوابات درست بھجوانے والے ساتھیوں کے نام اور تصاویر بھی شائع کیے جائیں گے اور قرعہ اندازی کے ذریعہ تین خوبصورت انعامات بھی دیئے جائیں گے۔ مقابلے کے نئے شرکاء کی آسانی کے لئے بتا دیں کہ جس حرف پر ایک جواب ختم ہوگا، اُسی حرف سے دوسرا جواب شروع ہوگا۔ مثلاً اگر پہلا اشارے کا جواب ہے "آیت الکرسی" تو دوسرے اشارے کا جواب حرف "ی" سے شروع ہوگا۔

اب جلدی سے پنسل اٹھایئے اور امتحان لیجئے۔ (ادارہ)

۱۔ سورۂ بقرہ کی ایک آیت۔ جسے سردار الآیات کہا جاتا ہے۔
۲۔ ایک طرح کی ورزش جو بیک وقت جسم اور ذہن کی قوت کو بڑھاتی ہے۔
۳۔ ایک ذرّہ جسے مزید توڑنا ممکن نہ ہو۔
۴۔ صوبہ سندھ کی مشہور رومانی داستان کا ایک مشہور کردار۔
۵۔ خلا میں بھیجا جانے والا پہلا انسان
۶۔ ایران کا ایک جشن جو موسم بہار کے آغاز پر منایا جاتا ہے۔
۷۔ تحریک پاکستان کے دوران شائع ہونے والا ایک مشہور اخبار جس کے مدیر مولانا ظفر علی خان تھے۔
۸۔ مراکش کا ایک شہر جہاں پہلی اسلامی سربراہی کانفرنس منعقد ہوئی۔
۹۔ لیبیا کا دارالحکومت
۱۰۔ ایک صحابیٔ رسول جن کا تعلق ایران سے تھا۔
۱۱۔ ایک خونخوار اور جنگجو قوم۔ جس کا ذکر قرآن پاک میں بھی آتا ہے۔
۱۲۔ ہم کو معلوم ہے ______ کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے
۱۳۔ ایک رسالہ جو سرسیّد احمد خان نے جاری کیا تھا۔

۱۴۔ ہندوستان کا ایک بادشاہ۔ جس نے قطب مینار بنوایا۔
۱۵۔ سری لنکا کا صدر مقام
۱۶۔ امریکہ کا ایک شہر، جس کا نام امریکہ کے ایک صدر کے نام پر ہے۔
۱۷۔ ایک طرح کا زہر جو عام طور پر سگریٹ میں پایا جاتا ہے۔
۱۸۔ ایک مشہور چوٹی۔ جو پاکستان میں واقع ہے۔
۱۹۔ ایک مشہور تخت۔ جو ٹیپو سلطان نے بنوایا تھا۔
۲۰۔ صوبہ سرحد کا ایک شہر جہاں ایوب میڈیکل کالج واقع ہے۔

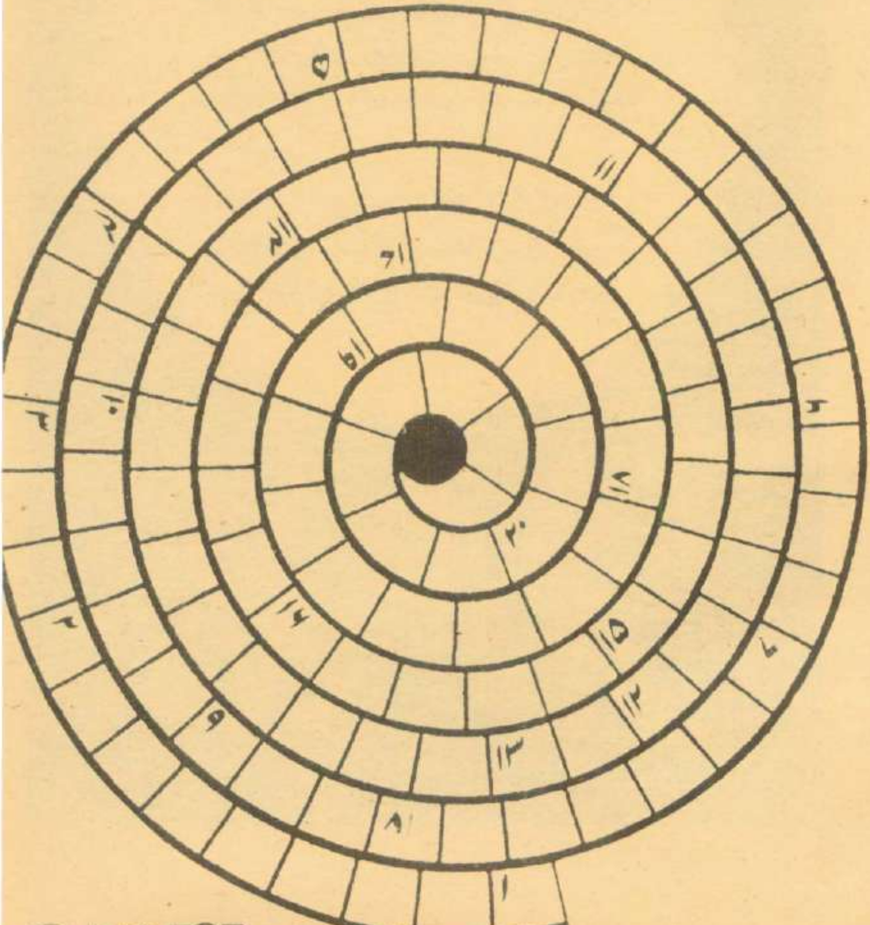

آپ کی کامیابی
ہماری سربلندی ہے
مسلم کمرشل بینک میں ہم کامیاب کرم فرماؤں کو اپنا
سب سے بڑا اثاثہ سمجھتے ہیں۔ آپ کی کامیابی کے سفر
میں ہماری سہولتیں، خدمات اور مشورے شریک
سفر ہیں۔
آپ چاہے کاروبار سے وابستہ ہوں یا زراعت سے، یا
ہمارے معزز سیونگ اکاؤنٹ ہولڈر ہوں، آپ کی
کامیابی ہماری خدمت کا پیمانہ ہے، اور ہم اس پر نازاں ہیں۔
مسلم کمرشل بینک لمیٹڈ
MCB

گزشتہ ماہ کے جوابات

۱- تاریخ	۶ یوگوسلاویہ	۱۱ نورالامین	۱۶ یوسفؑ
۲- خدیجہ مستور	۷ ہالی وڈ	۱۲ نیاگرا	۱۷ فرڈی ننڈ
۳- رحمت علی	۸ ڈارون	۱۳ اجمیر	۱۸ ڈولفن
۴- یونین جیک	۹ نپولین بونا پارٹ	۱۴ ریاض	۱۹ نارمنڈی
۵- کراچی	۱۰ ٹیپو سلطان	۱۵ ضمیر جعفری	۲۰ یالٹا

دائرہ معلومات اگست ۸۹ء کے جوابات ارسال کرنے کی آخری تاریخ سہواً ۱۰ اگست کے بجائے ۱۰ ستمبر چھپ گئی تھی اس لئے بہت سے ساتھیوں کے جوابات ۱۰ ستمبر تک موصول ہوتے رہے۔ ہم ان تمام ساتھیوں کے نام ستمبر کے ناموں کے ساتھ ہی شائع کر رہے ہیں اور انہیں انعامات میں شامل کرتے ہوئے اس بار چھ ساتھیوں کو بذریعہ قرعہ اندازی انعامات دے رہے ہیں۔

انعامات حاصل کرنے والے ۶ ذہین بچوں کے نام

① خواجہ عمر فاروق، النور سوسائٹی۔ کراچی
② فتحیہ صدیقی، لطیف آباد۔ حیدرآباد
③ عاصمہ کنول گوندل۔ عثمان آباد۔ ملتان
④ سید معاذ بن خالد، سعود آباد۔ کراچی
⑤ وسیم خاور ریاض، اوسلو، ناروے
⑥ شہزاد احمد نیازی، محمدیہ کالونی، فیصل آباد

درست جوابات ارسال کرنے والے ذہین بچے

عائشہ رفعت ، چوک سنگانوالہ، خانیوال
انیش قریشی ، شاہ فیصل کالونی، کراچی
سید افضال حسین ، منگلا روڈ دینہ، ضلع جہلم
محمد عباس ، شاہ فیصل کالونی، کراچی
سید محمد تابانی ، عزیز آباد، کراچی
ایم، ایل، قاسمی ، عثمانیہ بازار، پنڈ دادن خان
سمی رانا ، نارتھ ناظم آباد، کراچی
شہزاد احمد نیازی ، محمدیہ کالونی، فیصل آباد
شہانہ شمشاد ، شو مارکیٹ، کراچی
سید عدیل احمد ، النور سوسائٹی، کراچی
بانو ایمن ، کراچی،
سہیل صدیق ، محلہ محمد پورہ، گوجرانوالہ
خواجہ منصر مشتاق ، اشاف کالونی میرپور آزاد کشمیر
ظل الٰہی ، گلشن راوی اسکیم، لاہور

وسیم خاور چوہدری
اوسلو ، ناروے

رضوان اکرم قریشی
لطیف آباد ، حیدرآباد

عدیل رضا
فیڈرل بی ایریا ، کراچی

قیصر جمیل
شاہ فیصل کالونی ، کراچی

تبسم بٹ ،
گیارہ بی ، نارتھ کراچی

محمد جاوید
شاہ فیصل کالونی ، کراچی

سید کامران آفاق ،
کورنگی ، کراچی

جہانگیر خان آفریدی
جمرود ، خیبر ایجنسی

محمد کلیم شریف
پی آئی بی کالونی ، کراچی

صغیر احمد ،
راجہ پارک ، ٹوبہ ٹیک سنگھ

سید قاسم رضا ،
فیڈرل بی ایریا ، کراچی

فیصل اویس
حسن لاج ، ایف بی ایریا ، کراچی

سلمان احمد کریم آباد ، کراچی

محمد عرفان احمد ،
لیاقت آباد ، کراچی

اسلم اقبال
گورڈن ویسٹ ، کراچی

شیر بہادر افغانی
سبزی منڈی ، کراچی

ثاقب کامران، ذکریہ مسجد، کراچی
سفیان احمد شیخ، غریب آباد، سکھر
نازیہ زاہد آرائیں، کنری ضلع تھرپارکر
محمد عبیداللہ صدیقی، لطیف آباد، حیدرآباد
نغمہ حسن زیدی، خیرپور میرس، سندھ
وردہ خورشید بھٹی، سولجر اسٹریٹ، کراچی
بشریٰ نقی، شہید ملت روڈ، کراچی
شرمین سید، پی ای سی ایچ ایس، کراچی
صباحت نذیر، نشتر روڈ، ملتان
سید جاوید شاہ، سٹیلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی
سعیدہ مظفر، شاہ فیصل کالونی، کراچی
حسن مہندی خراسانی، فیڈرل بی ایریا، کراچی
محمد عدنان صدیقی، نارتھ ناظم آباد، کراچی
سعید احمد، ایف/۶ ون، اسلام آباد
سید محمد علی رضوی، لطیف آباد، کراچی
تزئین جاوید، نارتھ ناظم آباد، کراچی
محمد علی شیخ، کھوکھر محلہ، حیدرآباد
شبانہ شمشاد، شو مارکیٹ، کراچی
ظل الٰہی، گلشن راوی، لاہور
مقصود احمد صدیقی، اورنگی ٹاؤن، کراچی
سید جاوید حیدر، سٹیلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی
چوہدری ساجد حسین، رتن تالاب، کراچی
عثمان غنی، سماوی گنگا رام، لاہور
امینہ یونس، ناظم آباد، کراچی

ثمینہ حبیب، معمار کمپلیکس، کراچی
عنبر صدیقی، پلیڈر لائن، اٹک سٹی
نادر شاہین، محلہ اسلام پورہ، سیالکوٹ
آمنہ خالد، دہلی مرکنٹائل سوسائٹی، کراچی
اسمٰعیل عبدالرحمٰن، میٹھادر، کراچی
تبسم بٹ، گیارہ بی، نارتھ کراچی
شاندانہ امان، لالہ زار کالونی، راولپنڈی
جاوید اقبال ناز، اقبال نگر، فیصل آباد
سید علی رضا زیدی، نارتھ ناظم آباد، کراچی
عبدالحامد صدیقی، بیراج کالونی، حیدرآباد
افروز جہاں خان، نارتھ ناظم آباد، کراچی
عابدہ ملک، گل گشت کالونی، ملتان
ملک سرفراز احمد، گل گشت کالونی، ملتان
نجمہ حفیظ، ریلوے کالونی، کراچی
میمونہ تیمور بلال، آر۔ اے۔ بازار راولپنڈی
راحت خان، دامان افغانی، پشاور
شہزاد الیاس، شاہ فیصل کالونی، کراچی
سہیل احمد، ناظم آباد، کراچی
سید جعفر عابدی، نیو ایریا ائرپورٹ، کراچی
تنویر صادق، محمود آباد، کراچی
زاہد محمود خان، مین بازار، بھکر
شاہد محمود خان، مین بازار، بھکر

ایک غلط جواب بھیجنے والے بچے

محمد رؤف آرائیں، کوٹ غلام محمد تھرپارکر
نیر توحید، شاہ جمال روڈ، شیخوپورہ
سید توصیف احمد، بفرزون، کراچی

عنبرین خالد، ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی، کراچی
عائشہ صدف، سنجوال کینٹ، ضلع اٹک
انیلا تبسم، نواں شہر، ملتان
شہاب الدین، فیڈرل بی ایریا، کراچی
صداقت علی ساقی، پنڈ دادنخان شہر
عثمان الصارم، بدوکی گوسیاں، گوجرانوالہ
سلمان شیخ، بیراج کالونی، حیدرآباد
محمد ارشد، نارتھ ناظم آباد، کراچی
تجمل الیاس، سمن آباد، لاہور
ارم رانا، لطیف آباد، حیدرآباد

• • • • • • •

لوہے کے پھیپھڑوں کا انسان

لوہے کے مصنوعی پھیپھڑوں کے ساتھ طویل عرصہ تک زندہ رہنے کا ریکارڈ لاکری منٹا دکیلیے فورنیام کی مس لورل نسبت کا قائم کردہ ہے جو ۲۴ جون ۱۹۴۸ء سے اب تک زندہ ہے۔

ہارشم (مغربی سوسکن۔ انگلینڈ) کا پال بیٹز بھی ۳ اگست ۱۹۷۳ء کو مصنوعی پھیپھڑوں کے ساتھ ۱۲ سال پورے کرچکا ہے۔ ۲۰ سالوں بعد ہوا کی نالی کے ذریعے اس مصنوعی پھیپھڑے کے ساتھ اس نے ۱۴۸۱۷۶۳۰۰ بار سانس لیا۔

مقابلہ "اسلامی معلومات" کے جوابات اور مقابلے کے شرکاء کے نام آئندہ ماہ کے شمارے میں شائع کئے جائیں گے۔
(ادارہ)

بہت سے ساتھیوں نے ہمیں مضامین اور کہانیاں بھجوائیں ۔۔ ہم ان کی کوشش کو سراہتے ہیں مگر چونکہ کہانیاں بعض پہلوؤں سے کمزور تھیں اس لئے ہم فی الوقت شائع نہیں کرسکیں گے۔ آپ مایوس نہ ہوں بلکہ پھر سے کوشش کریں اور نئے نئے موضوعات پر چھوٹی چھوٹی کہانیاں صاف اور خوشخط لکھ کر ہمیں بھجوائیں۔ انشاءاللہ نمبر آنے پر ہم ضرور شائع کریں گے۔

(ادارہ)

محمد تنویر شیب، لیاقت آباد، کراچی کہانی "وعدہ"
طاہر علی، حیدرآباد کہانی "خوشی کا احساس"
محمد ارشد صدیقی، گلبہار، کراچی تحریر "جوتا"
مظفر عالم، مارٹن کوارٹرز، کراچی کہانی "عقلمند لکڑہارا"
نجلا ناز، مقام کا نام نہیں لکھا تحریر "شہزادہ کبیر"
اپنا اور مقام کا نام نہیں لکھا کہانی "گرفتار"
کہانی "رحم دل کسان"
نوید صداقت علی، محلہ غریب آباد نواب شاہ کہانی "لالچ بری بلا ہے"
محمد ندیم اسلام، شاہ فیصل کالونی، کراچی تحریر "سفارش نہ ملے تو"
سرفراز حسین، فیض آباد کالونی، خیرپور کہانی "دکھوں میں گھومتا انسان"
سید کاشان جعفری، دہلی اورنگی، کراچی کہانی "سنہری دھوپ"
محمد طارق شاد، فیصل آباد جاسوسی کہانی "مرغی چور"
عبدالرشید اعوان، کٹری ضلع تھرپارکر "سچے واقعات" "احسان کا بدلہ" "بہادری"
فوزیہ تاج، ایبٹ آباد، کہانی "عقل مندی"
نور احمد بلوچ، کردگاپ بلوچستان کہانی "بلی اور چوہا"
ثروت علی، لطیف آباد حیدرآباد کہانی "ایک خواہش"
طاہرہ علی گر، ملیر ہالٹ، کراچی نظم "وقت"
سیدہ لطافت گر، ماڈل کالونی، کراچی کہانی "سعدیہ کی گڑیا"
شہیدہ اختری، ملتان نظم "بجلی" اور کہانی "پروفیسر کی موت" "بہادر لڑکی"
نجیب اکرم، چاہ میراں، لاہور نظم "جگنو"
محمد نوید، گلشن اقبال، کراچی ڈرامہ "تندرستی ہزار نعمت ہے"
محمد نوید مراد، تیزاب احاطہ، لاہور مزاحیہ مضمون "بچہ شکاری"
عماد اقبال، منگھوپیر روڈ، کراچی کہانی "لال اور سفید پھول"
اکرم یونس، مقام کا نام نہیں لکھا ون کہانی "برے کا بھلا"
محمد علی شیخ، حیدرآباد مزاحیہ تحریر "دیٹ ہاتھی" "کیا آپ کو معلوم ہے"
اسلام خان، کورنگی، کراچی کہانی "انوکھی نصیحت"
محمد کریم بٹ، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور کہانی "شہزادی نیلوفر اور ایلسی جادوگر"
مرزا محمد علی بیگ، حیدرآباد کہانی "برائی کا انجام"
احمد جمال، ناظم آباد، کراچی کہانی "بچی خوشی"
محمد ریاض غلام اکبر، بلدیہ ٹاؤن، کراچی کہانی "بادشاہ کی نصیحت"
سید عبدالرشید عباس، کراچی تحریر "مشعل ہدایت" اور "دنیا کے بڑے لوگ"

محمد آفتاب احمد، مقام کا نام نہیں لکھا کہانی "شرارت کی سزا"
عثمان حیدر، چوہیس نارتھ روڈ، گجرات کہانی "ہیرون کا سیب"
اپنا اور مقام کا نام نہیں لکھا کہانی "پرستان"
عمر حیات، کریم آباد، شہزادہ محمد خان، کہانی "عجیب مشورہ"
محمد نعیم لودی، نواب شاہ، کہانی "شریر چوہا"
سید کاشف حسین، معمار سیکٹر، کراچی کہانی "احسان کا بدلہ"
پیٹر ڈیوڈ جان، جدید ٹاؤن، کراچی کہانی "تیلی رانی"
نیر اقبال اعوان، ناظم آباد، کراچی کہانی "شہزادی ماہ گل"
محمد عمر احمد خان، سوئی گیس، کراچی "ہم تھے جن کے سہارے" اور "پہلی ترکیب"
شاہد فاضل، پی ای سی ایچ ایس سوسائٹی، کراچی کہانی "پھول شہزادی کی شادی"
فرزانہ، رسن پورہ، لاہور نظم "قائد اعظم کی یاد"
ساجدہ ساجی، مجاہد نگر تحریر "ترقی غور، قابل عمل"
اپنا اور مقام کا نام نہیں لکھا مزاحیہ کہانی "بدھو میاں"
محمد پرویز اختر، کوٹ عبدالمالک، لاہور نظم "شوربہ"
جیک ڈیوڈ، بلدیہ ٹاؤن، کراچی کہانی "ضمیر کا لیمو"
سید بلال احمد، کھوکھراپار، کراچی نظم "نیا زمانہ"
مظفر عالم، مارٹن کوارٹرز، کراچی نظم "آزادی کا دن"
محمد جاوید محبوب، فیڈرل بی ایریا، کراچی تحریر "اونچی ناک"
طاہر علی، حیدرآباد تحریر "ملک کے دشمن" نظم "بیر"
حبیب اطہر، ملیر ہالٹ، کراچی تحریر "دو سہیلیاں"
محمد عادل، بلدیہ ٹاؤن، کراچی کہانی "نیک لڑکا"
محمد آصف، نیو کالونی، کراچی جاسوسی کہانی "وفادار"
سید جعفر، الفلاح سوسائٹی، کراچی تحریر "لومڑی اور پانچ بھائی"
محمد فاروق قریشی، مقام کا نام نہیں لکھا تحریر "عید خوشیاں"
آصف اقبال، منڈی عثمان والا، قصور کہانی "چور کون"
محمد ارشد خان، عیسیٰ کالونی، کراچی تحریر "نیکی کا صلہ"
مظفر علی، کورنگی، کراچی کہانی "کامیاب جاسوس"
شیخ تنویر شیخ، اسلام آباد، کہانی "تین شرطیں"
خالد علی خان، شجاع آباد، مضمون "رحمت اللعالمین"
عثمان تصدق، فیصل آباد کہانی "وفادار پرندہ"
فرح رشید، پی ای سی ایچ ایس، کراچی کہانی "عید کی کرن اور شفقت"

مَصنوعَات کی دُنیا میں ایسی کوئی مِثال یا ریکارڈ ہو تو بتائیے!

مصنوعات کی فروغ کے لئے خاص طور پر زور دیا جاتا ہے کہ ہماری پروڈکٹ نام لے کر طلب کیجئے۔ جبکہ ہمارا مشورہ بالکل مختلف ہے۔ کیونکہ ہمارے مُفید و مؤثر ٹوتھ پاؤڈر کے نام اور فوائد سے بچّہ بچّہ واقف ہے۔ تو کیا خریدتے وقت اس کا نام لینا ضروری ہے؟ اِتنا کہنا کافی نہیں کہ

"مجھے اَچھّا ٹُوتھ پاؤڈر چاہیئے"

غور کیجئے! ہمیں آپ کے اِنتخاب پر کس قدر بھروسہ ہے کہ ہم آپ کے آزمودہ و پسندیدہ **"ٹُوتھ پاؤڈر"** کا نام **"کمپنی کا نام"**، یہاں تک کہ **"مونوگرام"** ظاہر کئے بغیر مصنوعات کی دنیا میں خود اعتمادی کی پہلی مثال قائم کر رہے ہیں۔ آپ کے تعاون ہی سے ہمیں ایک ایسا ریکارڈ قائم کرنے کا موقعہ مِلا جو مصنوعات کی دنیا میں واحِد مِثال ہے۔ یقیناً یہ ایک ایسا اعزاز ہے جو خدا کے فضل و کرم سے اب تک کسی دوسرے پروڈکٹ کو نصیب نہیں ہوا۔

نوٹ: اپنا پسندیدہ ٹوتھ پاؤڈر خریدتے وقت اس کے لیبل کی فِنشنگ خصوصاً مونوگرام وغیرہ چیک کر لیں۔ ہم شکر گذار ہوں گے اگر آپ جعلی و نقلی کی شِکایت بھیجتے وقت دکاندار کا مکمل پتہ بھی تحریر کریں تاکہ ہم قانونی کاروائی کر سکیں۔ شکریہ

MANUFACTURER OF WORLD'S BEST TOOTH POWDER

P.O. BOX: 2110, KARACHI-18

ننھے ہاتھ نئی تحریریں

"بال کٹاری"

مرسلہ نازیہ ذوالفقار، گلبرگ لاہور

ایک ہے لڑکی بال کٹاری
نام ہے اُس کا مریم پیاری
بھیا تو ہے بہت لڑاکا
پر یہ خود ہے پیاری پیاری
ابّو ہر لمحہ یہ بولیں
میری بیٹی راج دلاری
گھر کی رونق اس کے دم سے
باغوں میں جیسے پھلواری
پیار سے ہم کہتے ہیں بلّی
ہم سب کو لگتی ہے پیاری

امتحان

محمد سعید عباس

ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ فہیم نے پاس ہی میز پر رکھے ہوئے ٹیلیفون کی جانب دیکھا اور ریسور اُٹھاکر کانوں سے لگایا۔ ہیلو کون بول رہا ہے۔ فہیم نے پوچھا۔ مسٹر فہیم تم نے ہماری آفر کے بارے میں کیا سوچا ہے۔ اگر تم جنگل کے درختوں کی کٹی ہوئی لکڑیوں کا ایک ٹرک ہر پھیرے میں ہمارے ہاتھوں بیچ دیا کرو۔ بکواس بند کرو۔ میں اپنے مالک سے غداری نہیں کر سکتا۔ اُن کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچا سکتا

مجھے۔فہیم نے غصہ سے کہا۔ دیکھو تم اچھی طرح سوچ لو دس ہزار روپے میں ایک ٹرک کا سودا مہنگا نہیں ہے۔میں تمہیں پھر ٹیلیفون کروں گا یہ کہہ کر دوسری جانب سے ریسور رکھ دیا گیا۔

فہیم ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوا۔ بی۔اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد اُس نے نوکری کی تلاش شروع کر دی تھی آخرکار اُسے چودھری افضل کے ہاں نوکری مل گئی۔چودھری افضل نے گاؤں کے ساتھ موجود جنگل سے شیشم کے درختوں کو کاٹ کر اُن درختوں کی لکڑیاں اُن لوگوں تک پہنچانے کا ٹھیکہ لے رکھا تھا جو اُن لکڑیوں کے ذریعے مختلف سامان تیار کرتے تھے۔

فہیم کا کام اُن درختوں کی لکڑیوں کی دیکھ بھال کرنا اور انہیں اُن لوگوں تک پہنچانا تھا جو اس کو مختلف کام میں لاتے تھے۔

کوئی آدمی فہیم کو چند دنوں سے ٹیلیفون پر لکڑیاں چوری کر کے فروخت کرنے کے لئے کہہ رہا تھا اور آج اُن لوگوں کی آفر دس ہزار روپوں تک پہنچ گئی تھی۔وہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ کیا کرے اگر فہیم اُس آدمی کی بات مان کر دس ہزار روپے میں لکڑیوں کا ایک ٹرک اس کے ہاتھوں بیچ دیتا تو اس کی کئی ضروریات پوری ہو سکتی تھیں لیکن وہ چودھری افضل کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔

فہیم کافی دیر تک سوچتا رہا پھر اُس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ تمام بات چودھری افضل کو بتا دے گا یہ سوچ کر فہیم اپنی جگہ سے اٹھا اور چودھری افضل کے کمرے کی جانب چل پڑا۔

تھوڑی دیر بعد فہیم چودھری افضل کے سامنے بیٹھا ہوا انہیں تمام بات بتا رہا تھا۔فہیم کی باتیں سُن کر چودھری افضل بولے تم جاؤ میں خود اس آدمی سے نمٹ لوں گا۔

دوسرے دن جب فہیم دفتر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ چودھری افضل دروازے پر کھڑے اس کا انتظار کر رہے ہیں۔چودھری افضل فہیم کو دیکھ کر مسکرائے اور بولے۔مبارک ہو فہیم تم اپنے امتحان میں پاس ہو گئے۔ہو آج سے تم میری کرسی پر بیٹھو گے۔یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں سر۔کون سا امتحان میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا ہے۔فہیم نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔ دیکھو میں ہی تمہیں آواز بدل کر ٹیلیفون کیا کرتا تھا۔ میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تم پر اعتماد کیا جا سکتا ہے یا نہیں کیوں کہ مجھے تم جیسے بااعتماد نوجوان کی ضرورت تھی جو میرا یہ کاروبار سنبھال سکے ایک طرح سے یہ تمہارا امتحان تھا۔تم سے پہلے میں نے کئی لوگوں کو آزمایا مگر وہ دولت کی لالچ میں آ گئے۔میں ملک سے باہر جا رہا ہوں آج سے یہ تمام کاروبار تم سنبھالو گے چودھری

افضل نے کہا اور آگے بڑھ کر فہیم کو گلے سے لگا لیا۔

لاپرواہی کی سزا

راشدہ ایک نیک اور خوبصورت لڑکی تھی۔ اُس میں بہت ساری خوبیاں تھیں مگر چونکہ ہر انسان سے کوئی نہ کوئی غلطی سرزد ہو جاتی ہے، اسی لئے وہ بھی اکثر ایک غلطی کر دیا کرتی تھی۔ اور وہ غلطی یہ تھی کہ جب بھی وہ کھانا پکانے لگتی تو چولہا جلانے کے لئے سوئی گیس پہلے کھولتی اور پھر دیا سلائی جلاتی اور اگر ماچس نہ ملتی تو اِدھر اُدھر تلاش کرتی رہتی مگر چولہے کی گیس بند نہ کرتی۔ اس پر اُس کی امی جان نے کئی مرتبہ منع کیا۔ لڑکا، ناراض بھی ہوئیں، اور پیار سے بھی سمجھایا کہ دیکھو اس حرکت سے اگر زیادہ گیس کمرے میں جمع ہو گئی اور پھر تم نے دیا سلائی جلائی تو اس طرح آگ بھڑک اُٹھے گی۔ مگر وہ ان سب باتوں کو کوئی اہمیت نہ دیتی اور انہیں فرسودہ جان کر سُنی اَن سنی کر دیتی۔

اُس کا خیال تھا کہ یہ محض امی کا وہم ہے۔ ہماری بلڈنگ میں اتنے گھر ہیں اور سب میں سوئی گیس ہے مگر آج تک کبھی کسی گھر میں آگ نہیں لگی۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک روز اُس نے حسبِ معمول کچھ پکانے کی خاطر آگ جلانے کے لئے گیس کھولی، اور پھر ماچس تلاش کرنا شروع کر دی پہلے تو ماچس نہ ملی۔ مگر جب ملی تو بھیگی ہوئی تھی جو کسی طرح جل نہیں رہی تھی اُس نے سوچا کہ پڑوس سے ماچس لے آؤں۔ ماچس لینے کے لئے راشدہ اپنے پڑوس میں گئی تو یہ بات بھول گئی کہ وہ گیس کا چولہا کھلا چھوڑ کر آئی ہے۔

واپس آ کر راشدہ نے جونہی دیا سلائی جلائی پورے باورچی خانے میں آگ بھڑک اُٹھی آگ نے راشدہ کے کپڑوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا اور پل بھر میں یہ آگ پورے گھر میں پھیل گئی۔ پھر کیا تھا ... کہرام مچ گیا محلے بھر کے لوگ جمع ہو گئے۔ کوئی پانی کی بالٹیاں بھر کر لایا، کسی نے مٹی سے آگ بجھانے کی کوشش کی، مگر بے سود۔

جلتے ہوئے گھر سے راشدہ کو تو بچا لیا گیا مگر راشدہ کا چہرہ بُری طرح جھلس چکا تھا، فائر بریگیڈ کے آنے تک گھر کا بہت سا قیمتی سامان جل کر خاک ہو چکا تھا۔ فائر بریگیڈ نے کافی کوشش کے بعد آگ پر قابو پا لیا۔ اس طرح اڑوس پڑوس کے گھر آگ کی زد میں آنے سے بچ گئے۔ راشدہ کو فوراً ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ جہاں وہ چیخ چیخ

کر رو رہی تھی، اور کہہ رہی تھی ـــــ "امّی!
مجھے معاف کر دیجیے ـــ امّی مجھے معاف کر دیجیے
میں نے آپ کا کہنا نہیں مانا ـــ مجھے میری
غلطی کی بہت بڑی سزا مل گئی ـــ"

امّی نے راشدہ کو سینے سے لگایا، امّی رو بھی رہی تھیں اور راشدہ کے ٹھیک ہونے کی دُعائیں بھی کر رہی تھیں۔

راشدہ چند دنوں بعد ٹھیک تو ہو گئی مگر نہ تو اُس نقصان کی تلافی ہو سکی جو اُس بھیانک آگ کی وجہ سے ہوا تھا اور نہ ہی راشدہ کے حسین چہرے سے آگ کے وہ نازک نشان مٹ سکے جو خود اُس کی غلطی کا نتیجہ تھے راشدہ اب جب کبھی آئینے کے سامنے کھڑی ہوتی ہے، اپنے چہرے کو دیکھ کر رونے لگتی ہے، چہرے پر آگ کے نشان اُسے یاد دلاتے ہیں کہ لاپرواہی اور نافرمانی کی پاداش میں ملنے والی سزا کے نشان کبھی نہیں مٹتے۔

الیگزینڈر گراہم بیل

مرسلہ: سید فرحت حسین فرحت

آج ہم آپ کو ایک ایسی ایجاد اور اس کے مؤجد کی کہانی سناتے ہیں کہ اگر وہ نہ ہو تو زندگی بہت بے رونق ہو جائے۔ یہ ہے ٹیلیفون کی ایجاد اور اس کے مؤجد الیگزینڈر گراہم بیل کی داستان۔ ذرا سوچئے تو سہی، اگر آج دنیا سے ٹیلیفون اٹھ جائیں تو ہمیں کیا محسوس ہو؟ آواز کا یہ جادو ہمیں کس قدر خوش رکھتا ہے۔ کسی دُور کے رشتے دار یا دوست کی آواز سننے سے ہمیں کس قدر خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ دنیا کے کاروبار کا انحصار بہت کچھ اسی ایجاد پر ہے۔

دنیا کا پہلا جملہ جو ٹیلیفون پر بولا گیا، یہ تھا:

"مسٹر واٹسن! ذرا یہاں آیئے، مجھے آپ کی ضرورت ہے۔"

یہ جملہ گراہم بیل نے اپنی اس ایجاد پر خود اپنی آواز سے ادا کیا تھا۔ گراہم بیل ۳ مارچ ۱۸۴۷ء کو اسکاٹ لینڈ کے شہر ایڈنبرا میں پیدا ہوا تھا۔ اس کا باپ گونگے بہرے بچوں کا اُستاد تھا۔ جنہیں پڑھانے کا اس نے نیا طریقہ ایجاد کیا اور بڑی شہرت پائی۔ بیٹے نے بھی خوب سے ایجاد کا سبق سیکھا، اس کی تعلیم کا آغاز ایڈنبرا ہائی اسکول سے ہوا۔ وہاں سے وہ یونیورسٹی تک پہنچا۔ اس کے بعد اس نے لندن اور جرمنی میں بھی تعلیم حاصل کی جرمنی سے اس نے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، ہمارے

اس موجد کو بچپن ہی سے چیزیں ایجاد کرنے کا شوق تھا۔ ۱۸۷۰ء میں اس کی صحت ایسی خراب ہوئی کہ دق کا شبہ ہونے لگا، اس کے والد نے اسے ساتھ لے کر کینیڈا کا رُخ کیا۔ دو سال بعد وہ بوسٹن پہنچا (اس وقت تک گراہم بیل کی صحت بہت اچھی ہوگئی تھی) جہاں اس نے بہروں کو تعلیم دینے کے لئے ایک اسکول کھولا۔ جلد ہی اُسے بوسٹن یونیورسٹی میں پروفیسر مقرر کردیا گیا، بہروں کو تعلیم دینے کے شوق نے ہی اسے ٹیلیفون جیسی مفید ایجاد کا موجد بنایا۔ کیوں کہ اس آلے کا کان سے گہرا تعلق ہے۔

بیل سے بہت پہلے مورس نامی ایک شخص ٹیلی گراف ایجاد کرچکا تھا، جسے عام طور پر برقی تار کہا جاتا ہے اس کے ذریعے ایک کوڈ کے مطابق پیغامات دوسری جگہ بھیجے جاتے ہیں گراہم بیل ایک ہی تار پر کئی پیغامات بھیجنے کی کوشش کررہا تھا کہ اسے ایک ایسا آلہ ایجاد کرنے کا خیال آیا جس پر ایک شخص، دُور بیٹھے ہوئے دوسرے شخص سے گفتگو کرسکے۔ جون ۱۸۷۵ء میں اس نے یہ دیکھا کہ تار کو جنبش دینے سے یہ تحریک سارے تار پر تیزی سے دوڑ جاتی ہے اس کی ہمت بڑھی اور اس نے نئی ایجاد حاصل کرنے کے لئے اپنی کوششیں تیز کردی۔

بیل بہروں کی تعلیم پر کافی کام کرچکا تھا۔ اور کان کی اندرونی بناوٹ کو اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ کان میں ایک نازک جھلی ہوتی ہے جو آواز کی لہریں پڑنے کی وجہ سے حرکت میں آجاتی ہے۔ یہی حرکت دماغ تک پہنچ کر ہمیں آواز کا احساس دلاتی ہے۔ اس نے سوچا کہ اگر کسی صورت برقی طاقت کو گھٹا، یا بڑھایا جاسکے تو تاروں کے ذریعے گفتگو کرنا آسان ہوجائے گا۔ اس نظریے کے مطابق اس نے کچھ عرصے کے بعد ایک بھدا سا ٹیلیفون تیار کیا۔

بیل اور اُس کے مددگار واٹسن نے بوسٹن میں دو کمرے اِن تجربوں کے لئے لے رکھے تھے اور دن رات محنت کرتے تھے۔ ۱۰ مارچ ۱۸۷۶ء کو واٹسن نے وہ جملہ صاف سنا جو فون پر گراہم بیل نے اس سے کہا اور جس کا ذکر ہم نے شروع میں کرچکے ہیں یعنی۔ "مسٹر واٹسن! ذرا یہاں آئیے، مجھے آپ کی ضرورت ہے۔" واٹسن نیچے کی منزل پر تھا۔ جب اس نے فون پر یہ الفاظ سنے تو وہ خوشی خوشی زینہ چڑھتا ہوا جلدی سے بیل کے کمرے میں پہنچا اور اسے یہ خوشخبری سنائی کہ تاروں کے ذریعے اس نے یہ الفاظ سنے ہیں۔ یہ تھی ابتداء اس ایجاد کی جواب گاؤں گاؤں مشہور ہوچکی ہے۔

دنیا کی دوسری تمام ایجادات کی طرح ٹیلیفون نے بھی آہستہ آہستہ ترقی کی۔ اس کے موجد نے اپنی زندگی ہی میں اسے مکمل ہوتے دیکھ لیا۔ اس کی یادگار "بیل کمپنی" امریکا میں آج بھی موجود ہے جو عمدہ ٹیلیفون، لاؤڈ اسپیکر اور اسی قسم کے دوسرے سائنٹی آلے تیار کرتی ہے گراہم بیل ۲ اگست ۱۹۲۲ء کو دنیا سے چل بسا لیکن اس کا نام آج بھی زندہ ہے۔ یہ ہے انعام محنت کا! اس کے مرنے کے بعد اس کی چھوڑی ہوئی ایجادوں میں بہت ترقی ہوئی۔ مائیکرو فون بنا جس پر تقریریں کی جاتی ہیں اور جو ریڈیو اسٹیشن اور ٹیلیویژن کے اسٹوڈیوز کی جان ہوتا ہے۔ ٹیلیفون کے جس پرزے میں آپ بولتے ہیں وہ مائیکروفون ہوتا ہے۔

گراہم بیل کو اپنی اس ایجاد سے شہرت، عزت اور دولت سب کچھ ملا۔ ٹیلیفون کے علاوہ اس نے فوٹو فون اور گراموفون بھی ایجاد کیا۔ اسے بولنے سے اتنی دلچسپی تھی کہ اس نے جانوروں کو بھی بولنا سکھانے کی کوشش کی اور اس نے جانوروں میں دلچسپ تجربے بھی کیے۔ ایک کتے پر اس کا یہ تجربہ کامیاب بھی رہا۔ وہ انسانوں جیسی آوازیں نکالتا تھا۔

گراہم بیل اپنی ساری زندگی اسی قسم کی تحقیقات، ایجادات اور تجربات میں گزار دی۔ اس نے اپنی محنت کا ثمر ساری دنیا کو دیا۔ آج دنیا کے تمام ملک اس کی ایجادات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

بارہ مہینے

دریشہ حمید، اسٹاف ٹاؤن، جامعہ کراچی

کسی گاؤں میں ایک غریب عورت رہا کرتی تھی اُس کے چھ بچے تھے۔ وہ روزانہ کھیت سے مولی توڑنے جاتی تھی۔ اُس کے راستے میں ایک غار بھی پڑتا تھا۔ ایک دفعہ وہ مولی لیکر واپس آرہی تھی کہ اُسے اندر سے کھسر پھسر کی آوازیں آنے لگیں۔ وہ اندر گئی تو اندر بارہ آدمی بیٹھے ہوئے تھے وہ سب آپس میں لڑ رہے تھے۔ اُس عورت کو دیکھتے ہی وہ سب آرام سے بیٹھ گئے اور کہنے لگے "اماں اماں بتاؤ سب مہینوں میں سب سے اچھا مہینہ کونسا ہوتا ہے" عورت بولی بیٹا مجھے تو سب مہینے پسند ہیں کیونکہ ہر مہینے میں کوئی نہ کوئی خوبی ضرور ہوتی ہے یہ لو اماں سونا یہ تمہارا انعام ہے تم نے ہم سب کا مسئلہ حل کردیا ہے۔ ہم سب اسی وجہ سے لڑ رہے تھے۔ کیونکہ ہم ہی بارہ مہینے ہیں۔

بارہ مہینوں نے انہیں خوب سارا سونا اور پیسے دیئے۔ عورت نے گھر آکر وہ سونا اور پیسے اپنے بچوں کو دکھائے وہ سب بہت خوش ہوئے وہ ابھی پیسے گن ہی رہی تھی کہ اُس کی لالچی

اس موجد کو بچپن ہی سے چیزیں ایجاد کرنے کا شوق تھا۔ ۱۸۷۰ء میں اس کی صحت ایسی خراب ہوئی کہ دق کا شبہ ہونے لگا، اس کے والد نے اسے ساتھ لے کر کینیڈا کا رُخ کیا۔ دو سال بعد وہ بوسٹن پہنچا (اس وقت تک گراہم بیل کی صحت بہت اچھی ہو گئی تھی) جہاں اس نے بہروں کو تعلیم دینے کے لئے ایک اسکول کھولا۔ جلد ہی اُسے بوسٹن یونیورسٹی میں پروفیسر مقرر کر دیا گیا، بہروں کو تعلیم دینے کے شوق نے ہی اسے ٹیلیفون جیسی مفید ایجاد کا موجد بنایا۔ کیوں کہ اس آلے کا کان سے گہرا تعلق ہے۔

بیل سے بہت پہلے مورس نامی ایک شخص ٹیلی گراف ایجاد کر چکا تھا، جسے عام طور پر برقی تار کہا جاتا ہے اس کے ذریعے ایک کوڈ کے مطابق پیغامات دوسری جگہ بھیجے جاتے ہیں گراہم بیل ایک ہی تار پر کئی پیغامات بھیجنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اسے ایک ایسا آلہ ایجاد کرنے کا خیال آیا جس پر ایک شخص، دُور بیٹھے ہوئے دوسرے شخص سے گفتگو کر سکے۔ جون ۱۸۷۵ء میں اس نے یہ دیکھا کہ تار کو جنبش دینے سے یہ تحریک سارے تار پر تیزی سے دوڑ جاتی ہے۔ اس کی ہمّت بڑھی اور اس نے نئی ایجاد حاصل کرنے کے لئے اپنی کوششیں تیز کر دی۔

بیل بہروں کی تعلیم پر کافی کام کر چکا تھا۔ اور کان کی اندرونی بناوٹ کو اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ کان میں ایک نازک جھلّی ہوتی ہے جو آواز کی لہریں پڑنے کی وجہ سے حرکت میں آجاتی ہے۔ یہی حرکت دماغ تک پہنچ کر ہمیں آواز کا احساس دلاتی ہے۔ اس نے سوچا کہ اگر کسی صورت برقی طاقت کو گھٹا، یا بڑھایا جا سکے تو تاروں کے ذریعے گفتگو کرنا آسان ہو جائے گا۔ اس نظریئے کے مطابق اس نے کچھ عرصے کے بعد ایک بھدّا سا ٹیلیفون تیار کیا۔

بیل اور اُس کے مددگار واٹسن نے بوسٹن میں دو کمرے ان تجربوں کے لئے لے رکھے تھے اور دن رات محنت کرتے تھے۔ ۱۰ مارچ ۱۸۷۶ء کو واٹسن نے وہ جملہ صاف سنا جو فون پر گراہم بیل نے اس سے کہا اور جس کا ذکر ہم نے شروع میں کر چکے ہیں یعنی۔ "مسٹر واٹسن! ذرا یہاں آیئے، مجھے آپ کی ضرورت ہے" واٹسن نیچے کی منزل پر تھا۔ جب اس نے فون پر یہ الفاظ سنے تو وہ خوشی خوشی زینہ چڑھتا ہوا جلدی سے بیل کے کمرے میں پہنچا اور اسے یہ خوشخبری سنائی کہ تاروں کے ذریعے اس نے یہ الفاظ سنے ہیں۔ یہ تھی ابتداء اس ایجاد کی جواب گاؤں گاؤں مشہور ہو چکی ہے۔

دنیا کی دوسری تمام ایجادات کی طرح ٹیلیفون نے بھی آہستہ آہستہ ترقی کی۔ اس کے موجد نے اپنی زندگی ہی میں اسے مکمل ہوتے دیکھ لیا۔ اس کی یادگار "بیل کمپنی" امریکا میں آج بھی موجود ہے جو عمدہ ٹیلیفون، لاؤڈ اسپیکر اور اسی قسم کے دوسرے سائنٹی آلے تیار کرتی ہے گراہم بیل ۲ اگست ۱۹۲۲ء کو دنیا سے چل بسا لیکن اس کا نام آج بھی زندہ ہے۔ یہ ہے انعام محنت کا! اس کے مرنے کے بعد اس کی چھوڑی ہوئی ایجادوں میں بہت ترقی ہوئی۔ مائیکرو فون بنا جس پر تقریریں کی جاتی ہیں اور جو ریڈیو اسٹیشن اور ٹیلیویژن کے اسٹوڈیوز کی جان ہوتا ہے۔ ٹیلیفون کے جس پُرزے میں آپ بولتے ہیں وہ مائیکروفون ہوتا ہے۔

گراہم بیل کو اپنی اس ایجاد سے شہرت، عزت اور دولت سب کچھ ملا۔ ٹیلیفون کے علاوہ اس نے فوٹو فون اور گراموفون بھی ایجاد کیا۔ اسے بولنے سے اتنی دلچسپی تھی کہ اس نے جانوروں کو بھی بولنا سکھانے کی کوشش کی اور اس نے جانوروں میں دلچسپ تجربے بھی کئے۔ ایک کتے پر اس کا یہ تجربہ کامیاب بھی رہا۔ وہ انسانوں جیسی آوازیں نکالتا تھا۔

گراہم بیل اپنی ساری زندگی اسی قسم کی تحقیقات، ایجادات اور تجربات میں گزار دی۔

اس نے اپنی محنت کا ثمر ساری دنیا کو دیا۔ آج دنیا کے تمام ملک اس کی ایجادات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

بارہ مہینے

(ریحانہ حمید، اسٹاف ٹاؤن، جامعہ کراچی)

کسی گاؤں میں ایک غریب عورت رہا کرتی تھی اُس کے چھ بچے تھے۔ وہ روزانہ کھیت سے مولی توڑنے جاتی تھی۔ اُس کے راستے میں ایک غار بھی پڑتا تھا۔ ایک دفعہ وہ مولی لیکر واپس آرہی تھی کہ اُسے اندر سے کھسر پھسر کی آوازیں آنے لگیں۔ وہ اندر گئی تو اندر بارہ آدمی بیٹھے ہوئے تھے وہ سب آپس میں لڑ رہے تھے۔ اُس عورت کو دیکھتے ہی وہ سب آرام سے بیٹھ گئے اور کہنے لگے "اماں اماں بتاؤ سب مہینوں میں سب سے اچھا مہینہ کونسا ہوتا ہے" عورت بولی بیٹا مجھے تو سب مہینے پسند ھیں کیونکہ ہر مہینے میں کوئی نہ کوئی خوبی ضرور ہوتی ہے یہ لو اماں سونا یہ تمہارا انعام ہے تم نے ہم سب کا مسئلہ حل کردیا ہے۔ ہم سب اسی وجہ سے لڑ رہے تھے۔ کیونکہ ہم ہی بارہ مہینے ہیں۔

بارہ مہینوں نے انہیں خوب سارا سونا اور پیسے دیئے۔ عورت نے گھر آکر وہ سونا اور پیسے اپنے بچوں کو دکھائے وہ سب بہت خوش ہوئے وہ ابھی پیسے گن ہی رہی تھی کہ اُس کی لالچی

ہمسائی آگئی۔ اُس نے جو اتنا سارا سونا دیکھا تو کہنے لگی۔ ارے بہن اتنا سارا پیسہ کہاں سے لائی ہو۔" عورت بے چاری سیدھی تھی اُس نے سب کچھ بتادیا۔ لالچی عورت نے بھی سوچا کر وہ بھی اُس غار میں ضرور جائے گی۔

وہ عورت وہاں پہنچی تو بارہ بہنیں اُسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے انہوں نے سوچا کے اِس سے بھی رائے لے لیتے ہیں چنانچہ انہوں نے سوچا آپ کو کونسا مہینہ اچھا لگتا ہے عورت نے کہا کر سچی بات تو یہ ہے کوئی بھی مہینہ اچھا نہیں ہوتا دیکھو کسی میں خزاں پڑتی ہے، کسی میں سردی کسی میں گرمی اِس طرح ہر مہینے میں کوئی نہ کوئی آفت آتی رہتی ہے۔ اچھا لاؤ اماں اپنی ٹوکری دیدو ہم تمہیں پیسے دیں گے لالچی عورت نے فوراً ٹوکری دے دی۔

گھر پہنچ کر اُس نے میز پر جلدی سے ٹوکری اُلٹ دی، اُس میں کنکر ہی کنکر تھے وہ عورت بھاگی بھاگی اُس عورت کے پاس گئی تو اُس سے کہا جب بارہ بہنوں نے پوچھا تو تم نے کیا جواب دیا؟ تو عورت نے کہا میں نے تو صاف صاف کہہ دیا تھا کہ کوئی مہینہ اچھا نہیں ہوتا۔ سیدھی عورت نے کہا کہ دیکھو ہر بات کہنے کا سلیقہ ہوتا ہے میں نے جب ان سے یہ کہا تھا کہ ہر ماہ میں کوئی خوبی ہوتی ہے تو اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ ہر ماہ میں صرف خوبیاں ہی خوبیاں ہوتی ہیں، یقیناً کچھ خرابیاں ہوتی ہوں گی لیکن میں نے یہی بات اِس انداز سے کہی کہ انہیں اچھی لگی اور ان کا جھگڑا ختم ہوگیا پھر ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ میرے ذہن میں کوئی لالچ نہ تھا اس لئے مجھے اللہ نے میری اچھی نیّت کا انعام دے دیا اور تم چونکہ لالچ کی نیّت سے گئی تھیں اس لئے تمہیں تمہارے لالچ کا انعام مل گیا۔

خطرناک شرارت

خالد چھٹی جماعت میں پڑھتا تھا مگر تھا بے حد شرارتی ـــــ وہ ہر روز نت نئی شرارتیں کرتا اور وہ آج بھی وہ رات کے کھانے کے بعد پلنگ پر بیٹھا کسی نئی شرارت کے بارے میں سوچ رہا تھا، اچانک اس کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں ایک نئی شرارت اس کے ذہن میں آ گئی تھی وہ اس پر عمل کرنے کے لئے بے چین ہو گیا وہ اُٹھا اور دبے پاؤں کمرے سے باہر نکل آیا صحن میں آکر اس نے آہستگی سے گھر کا دروازہ کھولا، سڑک کی دوسری طرف سامنے والے گھر میں اسکا دوست عامر رہتا تھا، یہ دونوں جب مل کر شرارتیں کرتے تو خدا کی پناہ ـــــ خالد نے عامر کو اپنے نئے منصوبے سے آگاہ

کیا۔عامر نے بھی فوراً ہی آمادگی ظاہر کر دی شاید دونوں کو شرارتوں میں بڑا مزا آتا تھا۔

خالد کے والدین کا معمول تھا کہ وہ کھانے کے بعد چہل قدمی کیا کرتے تھے خالد بھی اکثر ان کے ساتھ جاتا مگر آج اُس نے امّی ابّو سے اپنے دوست عامر کے گھر جانے کی اجازت مانگی جو انہوں نے بخوشی دے دی، اور ساتھ ہی ہدایت بھی کی کہ کوئی شرارت مت کرنا؛ خالد نے حسبِ معمول بات سنی ان سنی کر دی۔ امّی ابّو جانے کے بعد خالد نے ایک مضبوط رسّی تلاش کی اور عامر اپنے گھر میں موجود کالے رنگ کے پینٹ کا ڈبہ لے آیا جو عامر کے ابّو گھر کی جالیوں پر پینٹ کرنے کی غرض سے شام کو ہی لائے تھے خالد اور عامر دونوں نے مل کر رسّی پر کالا رنگ کیا۔ اور اب دونوں نے اپنی شرارت کو عملی جامہ پہنانا تھا۔

دونوں گھر سے باہر نکلے، اس سڑک پر ٹریفک دن میں بھی کم ہوتا تھا، اور شام ہونے کے بعد تو صرف سائیکل سوار ہی گزرتے تھے زمین سے کچھ اونچائی پر رسی کا ایک سرا عامر نے سڑک کے ایک طرف لگے کھمبے سے باندھ دیا، کھمبے پر لگی لائٹ تو عرصے سے خراب تھی اس لئے سڑک پر اندھیرا بھی تھا، رسّی کا دوسرا سرا خالد نے اپنے گھر کے گیٹ کے ستون سے باندھ دیا۔

اب دونوں اس شرارت کا نتیجہ دیکھنے کے منتظر تھے، تھوڑی دیر بعد ہی ایک سائیکل سوار تیزی سے آتا دکھائی دیا، رات کے وقت لُے رسّی ویسے بھی نظر نہ آئی مگر یہاں تو خالد اور عامر نے اس پر کالا رنگ کیا ہوا تھا سائیکل سوار قریب آیا تو رسّی اُس کے سینے سے ٹکرائی اور وہ لڑکھڑاتا ہوا نیچے آ رہا، خالد اور عامر دونوں گھر کے پاس ایک کونے میں کھڑے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے؛ اتنے میں ان کے امّی ابّو آ گئے، انہوں نے سائیکل سوار کو اچانک سڑک پر گرتے دیکھ لیا تھا۔ قریب آئے اور سہارا دے کر اپنے گھر کے صحن تک لائے انہوں نے فوراً ہی پہچان لیا یہ شہزاد تھا، خالد کا ماموں زاد بھائی — نیچے گرنے کے باعث شہزاد کے سینے اور کہنی پر چوٹ آئی تھی اور خون بھی بہہ رہا تھا' خالد کے ابّو نے فون کر کے فوراً ڈاکٹر کو بلوایا، اور شہزاد کی مرہم پٹی کی گئی۔

خالد اور عامر اپنی شرارت کا انجام دیکھ کر بہت شرمندہ تھے اور امّی ابو کو بھی معلوم ہو چکا تھا کہ یہ خالد اور عامر کی حرکت ہی ہو سکتی ہے۔ ان کی یہ شرارت شہزاد کے لئے کتنی تکلیف کا باعث بنی تھی دونوں نے شہزاد اور والدین سے معافی مانگی، اور آئندہ کے لئے شرارت سے توبہ کر لی۔

آؤ ملائیں ہاتھ

حافظ محمد زبیر، سولہ سال
جماعت دہم، مشغلہ موٹر سائیکل چلانا
پسندیدہ مضمون، برقیات
بڑے ہو کر الیکٹریکل انجنیئر بننا چاہتا ہوں

۱۴ سی ایم ۔۔۔ ف، اردو بازار شیر شاہ کالونی، ــــ کراچی

عدیل خان، چودہ سال
جماعت دہم، مشغلہ باسکٹ بال کھیلنا
پسندیدہ مضمون، حساب
بڑے ہو کر کیا بنوں ابھی کچھ نہیں سوچا

ایوب کریانہ مرچنٹ، بکٹ گنج ــــ مردان

حاجی ابراہیم، بارہ سال
جماعت ششم، مشغلہ مطالعہ کرنا
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہو کر انجنیئر بننا چاہتا ہوں

فیض محمد کمپاؤنڈ، جونا کمہار واڑہ لی مارکیٹ ــــ کراچی

رضوان سہیل، دس سال
جماعت ششم، مشغلہ شرارت کرنا
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہو کر ماں باپ کا سہارا بنوں گا

شمع لائبریری مین بازار گلبہار نمبر ۲ ــــ کراچی نمبر ۱۸

کنور عمران خان، تیرہ سال
جماعت نہم، مشغلہ مطالعہ کرنا
پسندیدہ مضمون، تاریخ اسلام
بڑے ہو کر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں

مکان نمبر ڈی ۱-۲/۱ ملیر توسیعی کالونی، ــ کراچی نمبر ۳۷

خرم مجید، گیارہ سال
جماعت ششم، مشغلہ کھیل کود
پسندیدہ مضمون، انگریزی
بڑے ہو کر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں

۱۳۴/۱۲ ایم سی گرین ٹاؤن، ــــ کراچی

عبدالرحمٰن، بارہ سال
جماعت ہفتم، مشغلہ خدمت خلق
پسندیدہ مضمون، اسلامیات
بڑے ہوکر مبلغ اسلام بننا چاہتا ہوں
۱۲/ سی ایم ۳ ای اردو بازار شیر شاہ کالونی ـــــ کراچی

حبیب علی شاہ، سترہ سال
جماعت دہم، مشغلہ قلمی دوستی
پسندیدہ مضمون، اسلامیات
بڑے ہوکر انجینیر بننا چاہتا ہوں
۹۱، سیکنڈ اسٹریٹ، ۳۷/ ڈی ایریا لانڈھی ـــــ کراچی

ایم نواز بلوچ، سولہ سال
جماعت دہم، مشغلہ اسٹیج ڈرامے
پسندیدہ مضمون، سارے ہی پسند ہیں
بڑے ہوکر ڈپٹی کمشنر بننا چاہتا ہوں
بالمقابل پان ہاؤس، شاہ مردان روڈ ـــــ سانگھڑ

عمران احمد، تیرہ سال
جماعت ہفتم، مشغلہ قلمی دوستی
پسندیدہ مضمون، حساب
بڑے ہوکر ملک کی خدمت کرنا چاہتا ہو
سی ۰۰ سیکٹر ون سی اورنگی ٹاؤن، ـــــ کراچی

نیّر اقبال، دس سال
جماعت چہارم، مشغلہ مطالعہ کرنا
پسندیدہ مضمون، ریاضی
بڑے ہوکر انجنیر بننا چاہتا ہوں
فلیٹ نمبر، منظور مارکیٹ، ناظم آباد، ـــــ کراچی ۱۸

آصف علی، آٹھ سال
جماعت ششم، مشغلہ مطالعہ کرنا
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہوکر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں
۴۵۹ / ۱۔سی، لانڈھی نمبر ۳، ـــــ کراچی

اسلم پرویز، تیرہ سال
جماعت ششم، مشغلہ ہاکی
پسندیدہ مضمون، سائنس
بڑے ہوکر ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں
معرفت پاک نیوز ایجنسی، منچن آباد ضلع بہاولنگر ـــــ

محمد طاہر رضا، چودہ سال
جماعت دہم، مشغلہ قلمی دوستی
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہوکر بنک منیجر بننا چاہتا ہوں
۱۹۶، محلہ پیر آباد، میرپورخاص، ـــــ سندھ

عبدالقادر، پندرہ سال
جماعت ہشتم، مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہوکر کرکٹر بننا چاہتا ہوں
فیض محمد کیپاڈنڈ، اولڈ کمہارواڑہ لی مارکیٹ، ـــــ کراچی

عدیل رضا، بارہ سال
جماعت ہشتم، مشغلہ پڑھنا لکھنا
پسندیدہ مضمون، حساب
بڑے ہوکر انجنیر بننا چاہتا ہوں
۱۶/ ۲۲۷ ایف بی ایریا، ـــــ کراچی نمبر ۳۸

سیّد حامد علی، چودہ سال
جماعت ہشتم، مشغلہ دینی کتب کا مطالعہ
پسندیدہ مضمون، اسلامیات
بڑے ہو کر ملک کی خدمت کرنا

سیکٹر ... بی / ۴۳ کورنگی نمبر ۵ ——— کراچی ۳۱

محمد اقبال، سولہ سال
جماعت ہفتم، مشغلہ فٹ بال کھیلنا
پسندیدہ مضمون، انگریزی
بڑے ہو کر رضاکار بننا چاہتا ہوں

ڈاکخانہ خاص چک نمبر ۱۵۶ صادق آباد، ضلع رحیم یار خان

اظہار احمد اسرار، بارہ سال
جماعت ششم، مشغلہ ٹکٹ جمع کرنا
پسندیدہ مضمون، سائنس
بڑے ہو کر انجنیئر بننا چاہتا ہوں

۴/۳۰۲ ناظم آباد ——— کراچی ۱۸

محمد نوید مرزا، سولہ سال
جماعت دہم، مشغلہ اخبار پڑھنا
پسندیدہ مضمون، اردو
بڑے ہو کر ادیب و شاعر بننا چاہتا ہوں

گلی ۲، اے مکان نمبر ۴ اے تیزاب احاطہ ——— لاہور

صباحت احمد، چودہ سال
جماعت ہشتم، مشغلہ فٹبال کھیلنا
پسندیدہ مضمون، سائنس
بڑے ہو کر انجنیئر بننا چاہتا ہوں

اے-۱۲/۳۷۶ گلبرگ ——— کراچی نمبر ۳۸

خواجہ عمر فاروق، چودہ سال
جماعت نہم، مشغلہ کرکٹ کھیلنا
پسندیدہ مضمون، کیمسٹری
بڑے ہو کر کرکٹر بننا چاہتا ہوں

۱۹/۸۳۶-آر النور سوسائٹی ——— کراچی نمبر ۳۸

- طالبات قلمی دوستی کے لئے اپنی تصاویر نہ بھجوائیں
- کوپن اور تصویر کے بغیر شرکت ممکن نہیں۔
- قلمی دوستی میں صرف اسکول کے طلبا شریک ہو سکتے ہیں۔
- خراب تصاویر اور نامکمل کوپن قابل قبول نہ ہوں گے۔

نام ——— عمر ——— کلاس ———
مشاغل ——— بڑے ہو کر کیا بننا چاہتے ہیں ———
——— اسکول میں پسندیدہ مضمون ———
پتہ ———

ایک صفحہ امّی ابّو کے لئے

بچّوں کی تربیت اور ان کی صلاحیتوں کی نشوونما کے سلسلے میں ہم نے گزشتہ ماہ کے شمارے میں دنیا بھر کے بہترین ماہرینِ نفسیات کی آراء کو آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ جو یقیناً آپ کو پسند آئی ہوں گی۔ ہم نے آپ کو بتایا تھا کہ کس قسم کے ماحول میں پلنے بڑھنے والے بچّے کس طرح کی عادات و اطوار کے مالک بن جاتے ہیں۔ .... ہمیں یقین ہے کہ اپنے ننھے بچّوں کو مستقبل کی اہم ذمہ داریوں کے لئے آپ ابھی سے وہ ماحول فراہم کر رہے ہوں گے جو اچھے مستقبل کے لئے اُن کی موجودہ ضرورت ہے۔

گزشتہ ماہ کی طرز پر چند مزید آراء پیش خدمت ہیں۔ انہیں پڑھئے اور غور کیجئے کہ آپ کا بچّہ کس ماحول میں پرورش پا رہا ہے۔

(۱) جو بچّے "نکتہ چینی" کے ماحول میں پلتے بڑھتے ہیں
وہ "الزام تراشی" سیکھ لیتے ہیں۔

(۲) جو بچّے "عداوت" کے ماحول میں پلتے بڑھتے ہیں
وہ "لڑائی جھگڑا" سیکھ لیتے ہیں۔

(۳) جو بچّے "تحفظ" کے ماحول میں پلتے بڑھتے ہیں۔
وہ "یقین" پیدا کرنا سیکھ لیتے ہیں۔

(۴) جو بچّے "پسندیدگی" کے ماحول میں پلتے بڑھتے ہیں
وہ خود کو "پسند" کرنا سیکھ لیتے ہیں۔

(۵) جو بچّے "قبولیت اور دوستی" کے ماحول میں پلتے بڑھتے ہیں
وہ دنیا میں "محبت" حاصل کرنا سیکھ لیتے ہیں۔

Montgomery

Biscuits, Sweets and Toffees

The Height of Delight!

Regd. No. M-266 OCTOBER 1986
Monthly AANKH MICHOLEE Karachi